THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Thursday, June 10, 2010

(62nd Session)

Volume VI No.06

(Nos. 1–12)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran..	1
2.	Leave of Absence..	2
3.	Point of order: Increase in Haj Fares	3–4
4.	Further discussion on the Finance Bill, 2010	5–32
5.	Points of order:	
	i) Representation of Provinces in the Planning Commission	33–35
	ii) Detention of Pakistani student in Chile	36–37
	iii) Anti Labour Policies of K.E.S.C. and P.I.A.	38–41
	iv) Relief and Rehabilitation activities in Cyclone hit areas of Balochistan ...	42–50

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume VI — SP. VI(06)/2010

No. 06 — 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Thursday 10th June, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at fifty seven minutes past four in the evening with Mr. Acting Chairman (Mr. Jan Muhammad Khan Jamali) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۗ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ۔ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا
وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۗ كَبُرَ
عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۗ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ
يُّنِيْبُ۔

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہےاور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز سے واقف ہے۔اس نے تمہارے لیے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی(اے محمد) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا(وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ جس چیز کی طرف تم

مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کرلیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف رستہ دکھا دیتا ہے۔ سورۃ شوریٰ (آیات 12 تا13)

Leave of Absence

جناب قائم مقام چیئرمین: جزاک اللہ۔ پہلے leave applications پڑھ لیں۔ ملک صلاح الدین ڈوگر صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 3 تا 5 جون اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب اسلام الدین شیخ صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 3 تا 8 جون اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: پروفیسر ساجد میر صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 4, 10 اور 11 جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب الیاس احمد بلور صاحب ناسازی طبیعت کی بنا پر 10 تا 12 جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: محترمہ گلشن سعید صاحبہ ناسازی طبیعت کی بنا پر مورخہ 9 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: بابر خان غوری صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ کراچی میں پہلے سے طے شدہ programme کے باعث مورخہ 10 اور 11 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ طلحہ صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے تھے۔

Point of Order: Increase in Haj Fares

سینیٹر محمد طلحہ محمود: بہت شکریہ، آپ نے مجھے موقع دیا۔ جناب! میں بتانا چاہتا ہوں کہ یہ بہت ہی اہمیت کا مسئلہ ہے، اس وقت حج کا معاملہ ہے، میں ایوان کے notice میں لانا چاہتا ہوں اور آپ کے knowledge میں بھی لانا چاہتا ہوں۔ اس وقت سعودی عرب میں جو buildings hire ہو رہی ہیں، مجھے پتا چلا ہے کہ اس میں corruption ہو رہی ہے، اس میں deals ہو رہی ہیں اور دو اشخاص ہیں جو agent کا کردار ادا کر رہے ہیں، ڈاکٹر خالد اور فیاض صاحب، یہ نام میرے سننے میں آئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا impact غریب عوام پر پڑ رہا ہے اور میرا یہ فرض بنتا ہے اور میں اس حوالے سے اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہوں، جو -/238000 روپے کی اتنی increase ہو چکی ہے، غریب آدمی ساری زندگی اپنے پیسے جوڑ کر جاتا ہے اور اس مذہبی فریضے کے حوالے سے اس معاملے کو اس انداز میں deal کیا جائے کہ corruptions ہو رہی ہوں اور کاروبار ہو رہا ہو، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑا المیہ ہے۔ آپ کی یہ بڑی خدمت ہو گی، پاکستان سے 160000 مسلمانوں نے جانا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ اس میں کوئی step لیں، اگر آپ کوئی committee بناتے ہیں تو میں voluntarily اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنے ذاتی خرچے پر اس حوالے سے کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی اہمیت کا مسئلہ ہے اور اس کو فوری طور پر handle کرنا پڑے گا کیونکہ آج سے درخواستیں وصول ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس پر کوئی نہ کوئی ruling ضرور دیں تاکہ اس پر کوئی ایسی کارروائی ہو، اگر ہم اس میں تھوڑی سی بھی خدمت کر دیں تو یہ ملک کی بھی خدمت ہو گی اور آپ کو دعائیں بھی ملیں گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ آپ کا point اسی بارے میں ہے۔ پھر points of order شروع ہو جائیں گے، آپ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جیسے ہی تقاریر ختم ہوں گی تو points of order take up کریں گے۔ وہ مسئلہ کچھ ایسا تھا جو continue کر رہا تھا، report پیش ہو چکی ہے۔

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری (قائد ایوان): جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ when we settle things, we should go by those decisions. جناب! Business Advisory Committee میں طے ہوا ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، if they want, I don't have any objection on that. This was decided in the Business Advisory Committee that first we will have discussion on the budget and then the last half an hour will be for the points of order, یہ ایک گزارش ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ بھی طے تھا کہ they can give their points of order earlier, ایک گھنٹہ پہلے دے دیں تاکہ certainly, we could send their requests to the concerned Minister and we could make him available in the House and he could make a reply. جو طلحہ صاحب نے بات کی ہے، there is certain allegation and certainly we are against corruption. جو corruption کا الزام لگایا ہے، he should give it in writing, we will examine it and we will make a thorough probe of that and we will not spare anybody. مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی بات نہیں ہے، اگر he has taken this issue sir, it will go to the ultimate end now تاکہ ہم اس کو probe کریں اور انہوں نے جن officers کے نام لیے ہیں، ان کا ذکر کریں، we will have the inquiry into it and we will have investigation into it sir.

سینیٹر محمد طلحہ محمود: میں اس میں صرف ایک بات کی addition کرنا چاہوں گا کہ بخاری صاحب نے جو بات کی ہے، ہم سب مل کر اس میں contribution کرنا چاہتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: زاہد صاحب! وہ بات کر رہے ہیں پھر آپ کر لیں۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: کوئی allegation نہیں ہے، بڑی sincerity کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ہماری حکومت کی contribution ہے، حکومت کا کوئی role نہیں ہے کہ حکومت کا ایک ایک آدمی پر control ہو۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! میری بات سن لیں تو ان کی تسلی ہو جائے گی۔ آپ بات سن لیں۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: طلحہ صاحب! ایک منٹ بیٹھ جائیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: ہماری standing committee already اس پر کام کر رہی ہے اور ہم نے sub-committee بنائی ہے، اب کمیٹیوں پر کمیٹیاں کس لیے بنائیں؟ جناب! میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری committee کی اس دن meeting ہوئی تھی، جناب چیئرمین صاحب نے کہا تھا اور سارے ممبران آئے تھے، سارے ممبران نے اپنی رائے دی تھی اور اس کی report بنی ہے، ان کا boycott ہے، تو ہم صبح House report میں پیش کریں گے اور sub-committee بنی ہے جس کا میں convener ہوں اور میں نے اس پر 17 تاریخ کو meeting بلائی ہے۔ میرے خیال میں بے جا کمیٹیاں بنانے اور ایک بندے کو ممبر بنانے کی ضرورت نہیں ہے، سب کا یہ کام ہے اور ہم کر رہے ہیں، اس میں دوسروں کو ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، جی کر لیں گے، جی کر لیتے ہیں، we will follow it up. عبدالحسیب خان please take the floor. بجٹ پر تقریریں ہو جائیں۔ وہ کل بڑا interesting remark دے رہے تھے، میں بیٹھا ہوا سن رہا تھا کہ بڑا تھکا تھکا سا بجٹ ہے، میں نے کہا کہ ہم تھکے بیٹھے ہیں، بجٹ تھکا ہوا ہے یا ہم تھکے ہوئے ہیں۔ جی بسم اللہ کریں۔

Further Discussion on the Finance Bill, 2010

سینیٹر عبدالحسیب خان: بہت بہت شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں بجٹ پر بات کروں۔ جناب چیئرمین! میری درخواست ہے کہ مجھے تھوڑا time دیا جائے کیونکہ میرے پاس record ہے کہ میں 15 مہینوں میں 45 minutes بولا ہوں اور میں نے کبھی زیادہ time نہیں لیا تو مجھے آج 10 سے 15 minutes دیئے جائیں کیونکہ یہ بجٹ کا مسئلہ ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بالکل آپ بولیں۔ زاہد خان صاحب! تھوڑا سا دھیان دیں، عبدالحسیب خان صاحب نے کہا ہے کہ مجھے ذرا غور سے سنیں، وہ بجٹ کی باریکیوں کو سمجھتے ہیں۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: بجٹ کا مسئلہ ہے، بجٹ پر بات کرلیں اور ہم نے جو باتیں کرنی ہیں، وہ بعد میں کرلیں کیونکہ اس وقت عوام کی بات ہو رہی ہے، بجٹ کی بات ہو رہی ہے، خدا کے واسطے اپنا تھوڑا سا قبلہ ٹھیک کر لیجیئے۔ جناب چیئرمین! میرا تقریباً 50 سال کا تجربہ ہے۔ جب میں ہندوستان سے آیا تو میں نے غربت بھی دیکھی، نیلے پیلے سکول میں تعلیم بھی حاصل کی، انجینئر بنا، نوکری کی، کاروبار کیا اور الحمدللہ آج اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر مجھے پہنچا دیا ہے۔ میں industry کو represent کرتا ہوں اور مختلف forums پر represent کرتا ہوں۔ لہذا میرا ایک تجربہ ہے اور میں چاہتا ہوں کہ جو زندگی میں نے گزاری ہے، جس میں، میں نے فوجی حکومتیں بھی دیکھی ہیں، جمہوری حکومتیں بھی دیکھی ہیں، منتخب حکومتیں بھی دیکھی ہیں، میں نے جمہوری آمر بھی دیکھے ہیں، پھر میں نے بیوروکریٹ بھی دیکھے ہیں، ان سب حکومتوں نے اس ملک کے ساتھ جو کچھ کیا، عوام کے ساتھ کیا، میں اس کا عینی شاہد ہوں۔ یہ سارے تجربات ہیں میرے۔ میں چاہتا ہوں ان تجربات کی روشنی میں ایک بجٹ پیش کروں جس کا محور کیا ہوسکتا ہے اور وہ صرف ایک ہی ہے کہ پاکستان کی عزت ہو اور عام آدمی کو روٹی ملے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بجٹ وہ ہوتا ہے جس میں deficit نہیں ہوتا بلکہ surplus ہوتا ہے۔ میں اس بجٹ کو مانتا ہی نہیں جس میں deficit ہو۔

میں وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے بہت اچھی تقریر کی۔ خوبصورت انداز اختیار کیا اور حکومت کے کارناموں پر ڈھکے چھپے الفاظ میں کچھ تنقید بھی کی، اس کے لیے انہیں مبارکباد لیکن ان کی تقریر philosophical تھی، فلسفیانہ تھی، حکیمانہ تھی۔ فلسفیانہ یا حکیمانہ زیادہ تھی لیکن prudent یا proactive نہیں تھی یعنی دانشمندی تو یہ ہوتی ہے کہ آپ اس میں کوئی ایسی تجاویز دیتے اور ایسی پیش قدمی کرتے کہ صورتِ حال پر قابو پایا جاسکتا۔ اس کا فقدان تھا۔ Harsh decisions لینے تھے کیونکہ ملک جس مقام پر پہنچ گیا ہے وہاں پاکستان کی سالمیت کو خطرہ ہے، وہاں پر پاکستان کی عزت مٹی میں ملتی جارہی ہے۔ ایسی صورت میں آپ کو harsh decisions لینے تھے جو کہ نہیں لیے گئے۔

میں بجٹ پیش کرتا ہوں، آپ کو تجاویز دیتا ہوں کیونکہ جو بجٹ پیش کیا گیا اس میں 685 ارب روپے کا deficit ہے۔ اگر بجٹ میں خسارہ ہو تو وہ بجٹ نہیں کہلاسکتا، بجٹ تو وہ ہوتا ہے جب آپ اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلائیں اور کچھ surplus show کریں ایک ملین یا دو ملین، اربوں

روپے نہیں لیکن آپ اگر 685 ارب روپے کا خسارہ پیش کرتے ہیں تو یہ ملک کے ساتھ زیادتی ہے۔

جناب چیئرمین! میں پہلے کچھ اقدامات بتاؤں گا اس کے بعد چند تجاویز دوں گا اور ان کی روشنی میں آپ کو پتا چلے گا کہ ہم کتنے مستحکم ہیں پاکستان کے حوالے سے۔

جناب چیئرمین! میری سب سے پہلی تجویز یہ ہے کہ کرپشن پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ آپ کو اخلاقی اور مالی دونوں اقسام کی کرپشن کا احاطہ کرنا ہوگا یعنی support fund کا خاتمہ کریں۔ کیا مذاق بنایا ہوا ہے، نوسو یا ساڑھے نوسو روپے بوری، میں detail میں نہیں جاؤں گا، میں صرف یہ کہوں گا support fund کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔

میری دوسری تجویز یہ ہے کہ Afghan transit, smuggling, over invoicing اور ٹیکسوں کی چوری پر قابو پالیجیے، 500 ارب روپے آپ کے پاس آجائیں گے۔

جناب چیئرمین! تیسری بہت important تجویز یہ ہے کہ جو دولت اس ملک کی لوٹی گئی، جو بینکوں سے قرضے لے کر معاف کرائے گئے، اس کے بعد ہم نے دو سال گزار دیے، عدلیہ تک بات پہنچ گئی، این آر او کا خاتمہ ہوگیا لیکن یہ دولت واپس نہیں آئی۔ اس دولت کو فوری طور پر واپس لایا جائے تاکہ غیر ملکی قرضے ادا کیے جائیں۔ اگر اس لوٹ مار کے اصل مجرم مر گئے ہیں، کھپ گئے ہیں یا دفن ہوگئے ہیں تو پھر ان کے لواحقین سے وہ پیسا وصول کیا جائے تاکہ یہ پیسے ہماری حکومت کے پاس آئیں، وہ اپنے قرضے ادا کریں۔

چوتھی بات۔ شاہانہ اخراجات پر آج پابندی لگائی جائے۔ جلد از جلد حکومت کے اخراجات کم کیے جائیں۔ State Ministers اور Advisors کی ضرورت اٹھارہویں ترمیم کے بعد اسلام آباد میں نہیں ہے۔ اس کو فوری طور پر abolish کیا جائے اور ministers کی تعداد گھٹا کر دس کردی جائے جو کہ پھر بھی developed countries کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔

پانچویں بات۔ بڑے قومی اداروں پر آپ نے اگر توجہ نہ دی تو پھر تجاویز کی ضرورت ہی نہیں ہے، پھر ہم بہتے رہیں گے اور جا کر کسی کھڈے میں گر جائیں گے۔ میں آپ کو تجاویز دے رہا ہوں، بجٹ کی بات بعد میں کروں گا۔ قومی ادارے، PIA، اسٹیل ملز، ریلوے وغیرہ وغیرہ کے چیئرمینوں اور boards کو dissolve کر دیا جائے اور ایک شریفوں کی team بنائی جائے، جو اپنا ایک شریف چیئرمین منتخب کریں اور جب تک آپ ان کو privatize نہیں کردیتے، اس وقت تک نظام چلانے کے

لیے یہ بندوبست کیا جائے۔ ایک دن بھی اگر آپ کے present Chairmen بیٹھے ہیں ان جگہوں پر تو وہ نقصان پہنچا رہے ہیں، اس کی فوری تلافی کی ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین! اس کے بعد بیت المال کا معاملہ آتا ہے۔ ہم نے کیا حشر کیا ہے بیت المال کا؟ افسوس کی بات ہے کہ اس میں لوٹ مار ہو رہی ہے۔ بیت المال کیا ہے؟ غریبوں اور ناداروں کی امداد کا محکمہ لیکن جناب چیئرمین! میرے لیے تعجب کی بات یہ ہے کہ وہاں پر بھی لوٹ مار ہو رہی ہے۔ پھر بے نظیر سپورٹ اسکیم ہے۔ یہ ایک بہت اچھی اسکیم ہے۔ یہ غریبوں کی بات کر رہی ہے لیکن اس کو الگ کرنے کی کیا ضرورت ہے، اس کو بھی بیت المال میں لیا جائے اور بیت المال کو reconstitute کیا جائے، اس کو autonomous body بنایا جائے جہاں پر عوام کے نمائندے، عام آدمی، auditors جا کر حساب کتاب check کر سکتے ہوں تاکہ اس کا ایک ایک پیسا غریبوں، مسکینوں اور لاچاروں تک پہنچ پائے۔

جناب چیئرمین! یہ وہ تجاویز ہیں جن پر اگر آپ نے عمل کروالیا تو پاکستان کے پاس اربوں روپے surplus ہوں گے۔ اس وقت پاکستان اس position میں ہے کہ لوگ ہمیں بھیک دیتے ہیں۔ میں نے آپ کو جو سات تجاویز دی ہیں، اگر ان کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کیا اور بجٹ بنایا تو پاکستان دینے کی position میں ہوگا اور لوگوں کی مدد کر رہا ہوگا۔

میں آپ کو تجاویز دیتا ہوں کہ آپ کو کیا کرنا چاہیے۔ میں نے پچاس سال گزارے ہیں، میں نے مسلسل جدوجہد کی ہے، میں نے دنیا دیکھی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے پچھلے سابقہ حکمرانوں اور بیوروکریسی نے پاکستان کی عزت کو کتنا خاک میں ملایا اور عوام کو دو وقت کی روٹی سے محروم کیا۔ میں تجاویز پیش کرتا ہوں۔ سب سے پہلے انکم ٹیکس، میں agriculture tax کی بات ابھی نہیں کروں گا، یہ آپ نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ صوبائی معاملہ ہے، ٹھیک ہے ہم صوبے میں جا کر دیکھ لیں گے کہ وہاں کیا ہوتا ہے لیکن income tax کا معاملہ وفاق کا ہے۔ آپ نے انکم ٹیکس کی حد مقرر کی ہے تین لاکھ روپے۔ آپ نے تین لاکھ روپے مقرر کیے ایک کلرک کے لیے، ایک سفید کالر والے کے لیے۔ جناب چیئرمین! یہ ناانصافی ہے، یہ حکومت کا جرم ہوگا کہ اگر وہ کوئی exemption دیں، کسی پر تین لاکھ کی حد لگادیں اور کسی کو چھوڑ دیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ بغیر کسی سوچ بچار کے، کوئی بہت زیادہ discussion کرنے کی بجائے، فوری طور پر تین لاکھ کی حد کو پانچ لاکھ تک بڑھائیں لیکن exemption

چھوڑ دیں۔ یہ ٹیکس ہر آدمی پر لگایا جائے چاہے اس میں agriculture سے تعلق رکھنے والا زمیندار ہی کیوں نہ ہو۔

جناب چیئرمین! مجھے بعض مرتبہ رونا آتا ہے، ہنسی بھی آتی ہے اور اپنے اوپر افسوس بھی ہوتا ہے کہ ہم یہاں آتے ہیں اور جب جاتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ پندرہ دن جو گزارے، ہم نے کچھ نہیں کیا۔ میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں، اس میں کوئی rocket science نہیں ہے، تعلیم اور صحت پر بات کرنے کی ضرورت ہے۔ اس ملک میں ناخواندگی ہے، اس ملک میں عوام کے پاس نہ روٹی ہے نہ صحت ہے اور نہ تعلیم ہے۔ اگر آپ بلوچستان چلے جائیں، فاٹا چلے جائیں، پختونخواہ میں جائیں یا سندھ کے دیہاتوں میں چلے جائیں، وہاں پر دوا نہیں ہے۔ سو سو کلومیٹر تک dispensary نہیں ہے۔ میری دوسری تجویز یہ ہے کہ بغیر سوچے سمجھے GDP کا 5% صحت کے لیے اور 5% تعلیم کے لیے مختص کیا جائے۔ اس میں گنجائش نہیں ہے، اگر اس قوم کو بنانا ہے تو آپ کو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا۔

جناب والا! میری تیسری تجویز کا تعلق industry سے ہے، جس میں، میں نے پچیس سال گزار دیے ہیں۔ اس بجٹ میں industry کے ساتھ مذاق کیا گیا ہے، میں مذاق اس لیے کہہ رہا ہوں کیونکہ اس میں دو باتیں کی گئیں۔ ایک بات industry کے حوالے سے کی گئی ہے اور وہ کیا کی گئی؟ میں حکومت کا حصہ ہوں، میں حکومت پر تنقید نہیں کر رہا ہوں، میں حکومت کو اپنی رائے دے رہا ہوں اگر حکومت میری رائے پر عمل کرے تو یہ اسی حکومت کا کارنامہ ہوگا کہ حکومت میں آنے کے بعد ہم لوگوں نے سال 11-2010 کے لیے جس بجٹ کا اعلان کیا ہے وہ بجٹ ایسا تھا جس سے قوم بن گئی۔ اس میں دو مذاق کیے گئے، کیا مذاق کیے گئے کہ اس مرتبہ کیونکہ حکومت قرضے نہیں لے گی، لہذا industry والوں کے لیے funds بچ جائیں گے تو بنک ان کو قرضے دیں گے، سبحان اللہ، یہ incentive دیا گیا ہے۔ اس کے بعد دوسرا incentive دیا گیا ہے کہ اگر آپ اپنی industry میں modernization کریں گے، آپ نئی مشینری لگائیں گے تو آپ کو tax rebate ملے گا۔ Industry بند ہو رہی ہے، industry بند ہو چکی ہے اور آپ فرما رہے ہیں کہ اس کو modernize کریں، اس کی مشینری تبدیل کریں۔ ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کو revive کرنے کی ضرورت ہے، industry 25% بند ہو چکی ہے، آپ جب حکم دیں گے میں تمام ملک کی تفصیل آپ کے سامنے پیش کر دوں گا کہ کون کون سی industries بند ہو چکی ہیں۔ اس لیے میری تجویز ہے کہ PPP کو مضبوط کیا جائے، آپ لوگ PPP کا نام لیتے ہیں، آپ کی زبان PPP کہتے ہوئے خشک ہو جاتی

ہے لیکن آپ نے کبھی اس پر عمل نہیں کیا، PPP کا مطلب Private, Public Partnership, ہے، اس کا مطلب صرف پیپلز پارٹی نہیں ہوتا، PPP کا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ policy, promise and performance. نہیں، PPP کا مطلب ہے Private, Public Partnership. جناب چیئرمین! آپ میرے بغیر pharmaceutical industry کی لگانا چاہیں، آپ نہیں لگا سکتے، اگر میں لاٹ صاحب کی مدد کے بغیر textile industry لگانا چاہوں تو نہیں لگا سکتا کیونکہ تجربہ نہیں ہے، آپ کیسے کہتے ہیں کہ آپ پالیسی بنا دیں گے اور چاہیں گے کہ ملک ترقی کر جائے۔ Private, Public Partnership کو مضبوط کریں اس کے بغیر آپ کا ملک ترقی نہیں کر سکتا، مشاورت کریں۔ جب میں نے حلف اٹھایا تھا، جب میں نے قسم کھائی تھی تو اس کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے وزیراعظم صاحب سے میں نے کہا تھا کہ آپ سے میری ایک ہی درخواست ہے کہ خدا کے لیے Planning Commission کو restructure کر دیں۔ اس کے بعد سے لے کر آج تک تقریباً پندرہ مہینوں تک انہوں نے کوئی بات نہیں کی، میں کسی محکمے میں نہیں گیا، میں نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، میں آج بھی اسی پر قائم ہوں کہ جب تک آپ Planning Commission کو restructure نہیں کریں گے، جب تک آپ Private Public Partnership کو مضبوط نہیں کریں گے، جب تک آپ administration policy, investment policy, industrial policy, health policy نہیں بنائیں گے تو آپ کی industry کیسے ترقی کرے گی؟ کیا stakeholders کے مشوروں کے بغیر کوئی پالیسی بنائی جا سکتی ہے، یہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں آپ خود اس کا فیصلہ کر لیں۔

جناب چیئرمین! میری چوتھی تجویز یہ ہے کہ بہت افسوس کی بات ہے کہ ہم نے SMEs, sick industries, cottage industries پر کوئی بات نہیں کی ہے۔ اس پر بات کرنا اس لیے ضروری ہے کہ 80% غریب آدمی ان industries سے متعلق ہے۔ White collar بھی۔ اس پر کوئی غور نہیں کیا گیا، آپ کو اس پر پوری پالیسی بنانی پڑے گی، micro-financing کی بنیاد پر آپ کو انہیں مراعات دینی پڑیں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ آپ کی کتنی بڑی آبادی cottage industry میں کھپ جائے گی۔

جناب والا! میری پانچویں تجویز ہے اپنی اقتصادی خود مختاری کی ہم کب تک بھیک مانگتے رہیں گے۔ کشکول توڑنے کے لیے اور رزق حاصل کرنے کے لیے یہ بہت آسان ہے کیوں کہ آپ کو اللہ

تعالیٰ نے جو انعامات دیے ہیں، خدا کے لیے ان کی ناشکری نہ کریں، خدا کے واسطے اس پر نظر ثانی کریں، جب اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر اور باہر آپ کو دولت دی ہے تو اس دولت کو کھود کر نکال لیں۔ اس کو process کریں، اس کو evaluate کریں اور کشکول توڑ دیں۔ ہم کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ کب تک باتیں کرتے رہیں گے۔ مجھے اس سینیٹ میں پندرہ مہینے گزر گئے ہیں، میں نے نہیں دیکھا۔ آپ نے کیسے بلوچستان کے اپنے پہاڑ چھوڑ دیے ہیں؟ ہر دوسرا پہاڑ marble کا ہے، آپ کو کس نے منع کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو marble کے پہاڑ دیے ہیں، آپ ان میں سے marble نکال کر اسے process کریں، اسے polish کر کے آپ export کریں۔

جناب چیئرمین! میری چھٹی تجویز بجٹ کی نہیں ہے۔ بجٹ کے علاوہ بچت ہوتی ہے، بچت کیسے ہوتی ہے؟ آپ نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ تمام ملکوں میں جو بچت سکیمیں ہوتی ہیں، وہ پیسا ہوتا ہے، وہ دولت ہوتی ہے جو حکومت کے پاس ہوتی ہے اور وہ اسے استعمال کرتی ہے۔ آپ نے اس پر کوئی مراعات نہیں دیں۔ اس کی شرح پر نظر ثانی کی اشد ضرورت ہے۔

جناب چیئرمین! میں VAT کی بات اس لیے نہیں کروں گا کیونکہ VAT کا مسئلہ اکتوبر میں آئے گا۔ انشاءاللہ اگلے مہینے ہم اس پر بہت چیخ و پکار کریں گے، عوام کی آواز آپ تک پہنچانے کی کوشش کریں گے لیکن آج آپ فیصلہ کریں کیونکہ میں نے آپ کو جو تجاویز دی ہیں اگر آپ ان پر عمل کریں گے تو آپ کے پاس surplus budget ہے، اس surplus budget کے ہوتے ہوئے آپ کو GST 16% کو 17% کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔ اس کو بجائے 16% کے 15% کیا جائے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے بڑے تحمل سے میری باتیں سنیں۔ یقین مانیں اگر آپ نے میری ان تجاویز پر عمل کیا تو نہ صرف سارے مسائل کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے بلکہ پاکستان دنیا میں ایک عزت کا مقام پا لے گا جہاں پر پاکستان کو عزت بھی مل جائے گی اور عام آدمی کو روٹی بھی مل جائے گی۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے بڑے تحمل سے میری باتوں کو سنا۔ میں آخر میں جناب آصف علی زرداری صاحب کی خدمت میں ایک شعر پیش کرنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ جناب آصف علی زرداری صاحب اس شعر کو ضرور سنیں گے اور اس پر عمل بھی کریں گے۔ اس لیے جناب آصف علی زرداری صاحب اگر یہ چاہتے ہیں کہ وہ PIA کے چیئرمین کو بدل

دیں، Steel Mills کے چیئرمین کو بدل دیں، اس کو بدل دیں، اسے بدل دیں اور چاہیں کہ ملک ٹھیک ہوجائے تومیں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں ہے بلکہ کرنا یہ پڑے گا کہ:

بدلنا ہے تورندوں سے کہو اپنا چلن بدلیں
محض ساقی کے بدلنے سے مے خانہ نہ بدلے گا

جناب والا! بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ بلیدی صاحب آپ ابھی صبر کریں، نعیم چھٹہ صاحب کے بعد آپ بات کرلینا۔ انہوں نے جانا ہے۔ میڈم حنا ربانی کھر صاحبہ اور شیخ صاحب شعر کے بعد آئے ہیں۔ عبدالحسیب صاحب آپ وہ شعر دوبارہ سنا دیں۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب والا! صدر صاحب نے وزیر بدل دیا ہے۔ حفیظ صاحب آپ کو مبارک ہو، آپ ہی کے حوالے سے شعر تھا کیونکہ دو تین سالوں میں ہمارے بہت سے وزرائے خزانہ تشریف لائے۔ میں نے جناب آصف علی زرداری صاحب کی خدمت میں شعر پیش کیا ہے کہ:

بدلنا ہے تورندوں سے کہو اپنا چلن بدلیں
محض ساقی کے بدلنے سے مے خانہ نہ بدلے گا

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ جی نعیم چھٹہ صاحب۔

سینیٹر نعیم حسین چھٹہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ پاکستان کے موجودہ بجٹ پر آپ نے مجھے اظہار خیال کا موقع دیا۔ سال 11-2010 کا بجٹ قومی اسمبلی اور اس ایوان میں پیش ہوا۔ قوم کی زندگی میں یہ نہایت اہم دستاویز ہوتی ہے جس میں ماضی کے تجربات کو سامنے رکھ کر حال اور خاص طور پر مستقبل کو بہتر کرنے کے لیے، ملک کو مضبوط اور قوم کو خوشحال کرنے کے لیے ایک پالیسی وضع کی جاتی ہے۔ ہر بجٹ پر حکومت وقت یقیناً یہ موّقف اختیار کرتی ہے کہ ہم بہت ساری مشکلات اور دباؤ کے باوجود موجودہ حالات میں بہترین بجٹ پیش کر رہے ہیں۔ یہ تجربے کی بات ہے کہ اکثر حزب اختلاف کا موّقف ہوتا ہے کہ بجٹ بالکل کچھ نہیں ہے اور محض الفاظ کی ہیرا پھیری اور ہندسوں کا گورکھ دھندا ہے۔ بہرحال حکومت وقت policy matter اور خاص طور پر fiscal policy مرتب کرتی ہے اور اس کے حصول کے لیے اس کے مطابق کام کرنے اور ملک کو مضبوط اور قوم کو خوشحال کرنے کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔

سب سے پہلے میں پاکستان کے نئے وزیر خزانہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے مشکل حالات میں نہایت خوبصورت انداز میں اور خوبصورت زبان میں اپنی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے نہایت احسن طریقے سے پاکستان کا بجٹ پیش کیا۔ یقیناً وہ اس لحاظ سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہمارے پیارے ملک پاکستان کی معیشت بہت کمزور اور دگرگوں ہے اور ملک بڑے ہی نازک دوراہے پر کھڑا ہے اور بڑے ہی مشکل دور سے گزر رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے نہایت کامیابی، آسانی اور بہتری کے ساتھ اس سفر کو عبور کرنے کی توفیق اور موقع عطا فرمائے۔آمین۔

جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ پچھلی حکومت نے جس کے شوکت عزیز صاحب وزیر اعظم تھے، پرویز مشرف صاحب صدر تھے بڑے فخریہ انداز میں اپنے جانے سے دو تین سال پہلے ہمیشہ ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کیا کہ ہم نے کاسہء گدائی توڑ دیا ہے اور پھر کسی نے contradict بھی نہیں کیا اور اس کی corroboration اس طرح ہوتی ہے کہ جب وہ چلے گئے تو اس وقت بھی انہوں نے اعلان کیا کہ ہمارے پاکستان کے خزانے میں سولہ سے سترہ ارب ڈالر موجود ہیں اور ساتھ اس کی confirmation اس طرح ہوتی ہے کہ انہوں نے آٹھ نو سال کی حکمرانی کے دور میں ڈالر ساٹھ سے اکسٹھ یا باسٹھ نہیں ہونے دیا۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ ڈالر پر ہماری معیشت کا انحصار ہے، اس کے ایک دو روپے کے فرق یا بڑھ جانے سے ہمارے قرضے میں بلین میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت نےان ساری باتوں کے باوجود بڑے طمطراق سے اور بڑی دلیری کے ساتھ آتے ہی یہ واویلا شروع کر دیا کہ ملک بہت کمزور ہے۔ ہماری معیشت میں کچھ نہیں، ملک مفلوک الحال ہے، دیوالیہ ہونے کے قریب ہے اور ہم متمول ملک یا دوستوں کے آگے کاسہء گدائی پھیلانے پر مجبور ہیں۔ یہ سارا کچھ کرنے کے باوجود ہمیں کسی نے کوئی گھاس نہ ڈالی۔ آخر کار IMF جیسے بدنام زمانہ مالیاتی ادارے کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔ اللہ نہ کرے، IMF کے چنگل میں کوئی دشمن بھی نہ پھنسے۔ ان کی شرائط اتنی کڑی ہوتی ہیں اور اتنی بری ہوتی ہیں کہ ایک دفعہ پھنس جانے کے بعد کوئی قوم اس کے چنگل سے نکل نہیں سکتی۔

یہ غریب اور مجبور قوم جس نے جنرل مشرف، اس کی حکومت اور اس کی پارٹی کو اس لیے defeat کیا کہ یہ امریکن پالیسی پر عمل کرتی ہے اور امریکہ نوازی میں بڑی دور تک جاتی ہے۔ عوام الناس نے ان کو ووٹ دیے، ان کو mandate دیا جو ان پالیسیوں اور اس صورت حال کے

خلاف تھے یعنی پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) جو mandate کے لحاظ سے بڑی پارٹیاں بن کر ابھریں لیکن انہیں کیا پتا تھا کہ اب ان کے ساتھ اس سے بھی برے حالات پیش آنے والے ہیں اور یہ حکمران اتحاد پچھلی حکومت سے بھی زیادہ امریکہ نوازی میں سبقت لے جائے گا۔ اس لحاظ سے اس ضرب المثل کے مطابق کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا، امریکہ نوازی پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی۔ اسی کی وجہ سے غربت، بے روزگاری، رشوت، گیس کی قیمتیں، بجلی کا بحران، پٹرولیم کی قیمتیں، دہشت گردی، عدم تحفظ وغیرہ میں بہت زیادہ اضافہ ہوا اور متوسط طبقے کی زندگی بھی اجیرن ہو گئی۔ اتنے زیادہ domestic challenges تھے اور ہیں کہ سرمایہ کاری ختم ہو گئی اور ہماری ساری صنعتیں بند ہو گئیں اور یہ بڑی خطرناک علامت ہے۔ اسی طرح economic growth بھی بہت کم ہو گئی اور صنعتیں بند ہونے سے روزگار کے مواقع بجائے پیدا ہونے کے ختم ہو گئے اور سارے لوگ بے روزگار ہو گئے۔ زراعت بھی مہنگی ہو گئی، غربت، بے چینی اور پریشانی میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ اس طرح جو آج بجٹ پیش ہوا اس میں جناب وزیر خزانہ کے بقول ہمارا کل بجٹ تین ہزار دو سو انسٹھ بلین کا ہے۔ آمدنی انہوں نے دو ہزار پانچ سو چوہتر بلین بتائی ہے اور ان کے بقول ساڑھے آٹھ سو بلین خسارہ ہے۔

جناب والا! جیسا کہ میرے پیش رو ساتھی کہہ رہے تھے خسارے کا بجٹ کوئی بجٹ نہیں ہوتا۔ ہمیں اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے چاہییں۔ میں بھی اس سے اتفاق کرتا ہوں اور جس طریقے سے انہوں نے آٹھ سو، ساڑھے آٹھ سو بلین کا اضافہ کرنا ہے یا اسے پورا کرنا ہے اس سے یقیناً مہنگائی ہو گی، ٹیکس لگائیں گے اور بے روزگاری بڑھے گی اور پریشانی میں اضافہ ہو گا۔ آج کل ویسے ہی ساری قوم بے چاری سڑک، چوراہوں اور ہر جگہ پر احتجاج کر رہی ہے اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں اور کسی قسم کا کوئی ,relief کوئی امید اور کوئی توقع باقی نہیں رہی۔ اس لحاظ سے IMF سے ہم نے اندھا دھند، بڑے جنونی طریقے سے اور madly گیارہ بلین قرضہ لے لیا حالانکہ اتنی ضرورت نہیں تھی۔ قرضہ لے کر اور اتنی مہنگی شرائط پر قرضہ لے کر خزانہ بھرنا کسی لحاظ سے دانش مندی نہیں ہے۔

ڈالر کی قیمت آج باسٹھ سے بڑھ کر پچاسی روپے ہو گئی ہے جس کی وجہ سے بلاوجہ کئی سو بلین قرضے میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ خدارا اس قوم کا پیدا ہونے والا بچہ بھی مقروض ہے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ ساری قوم کو گروی رکھ دیا گیا ہے بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ فروخت کر دیا گیا ہے اور خود مختاری جو صوبوں کو دی گئی ہے، اس لحاظ سے autonomy کے مطابق صوبوں کو زیادہ funds دیے

جا رہے ہیں اور اس کے ساتھ یقیناً ذمہ داریاں بھی زیادہ ہیں اور بہت سارے portfolios ان کو منتقل ہو رہے ہیں اور وزارتیں ادھر جا رہی ہیں۔ میری سمجھ کے مطابق یہ بھی فوری بلا پروگرام اور بہت جلدی میں کیا گیا ہے حالانکہ صوبوں کے پاس اتنا infrastructure ابھی نہیں ہے اور نہ ان کی اتنی capacity ہے کہ وہ ان funds کو بخیروخوبی استعمال کر سکیں اور اپنی ذمہ داریوں سے بطریق احسن سرخرو ہو سکیں۔

وزیر خزانہ صاحب نے بہت اچھا کام کیا کہ سات آٹھ white elephants انہوں نے گنے اور کہا کہ میں ان کو آئندہ feed نہیں کر سکتا لیکن ان کا اگلا مسئلہ بھی بیان نہیں کیا اور تفصیل کے ساتھ اس کا جواب نہیں دیا کہ ان کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں، کیا ان کو privatize کرنا چاہتے ہیں؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے کافی سارے ادارے گنے، ان میں Steel Mill, PIA, Railway and NHA جیسے ادارے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ Steel Mill ایک دفعہ پہلے بھی privatize ہونے لگی تھی لیکن عدالت عظمیٰ پاکستان نے اسے روکا۔ میرا بھی یہی view ہے کہ باقی سارے ادارے اگر privatize کر بھی دیے جائیں تو سٹیل ملز ایک بنیادی اور کلیدی کردار ادا کرتی ہے اور اس کے مطابق ہماری سٹیل انڈسٹری چلتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ہماری دفاعی ضروریات بھی ہیں اور ہماری دفاعی ضروریات دوسری تمام ضروریات سے زیادہ اہم ہیں۔ چونکہ ہمارا دشمن ہر وقت ہمیں آڑے ہاتھوں لیتا ہے لہٰذا ہمیں اپنے defence سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ میری گزارش یہ ہو گی کہ سٹیل ملز کو پہلے ایک، دو MDs نے منافع بخش بھی قرار دیا، اسی طرح MD, PIA چوہدری حامد سعید نے بھی اسے منافع بخش بنایا۔ اگر یہ چیزیں اس طرح ہو سکتی ہیں تو اچھے، ایماندار، trusted بندے ان میں لائیں۔ اگر یہ ادارے منافع بخش ہو سکتے ہیں تو انہیں restructure کرنا چاہیے اور سٹیل ملز کو کسی حالت میں بھی ہمیں privatize نہیں کرنا چاہیے۔

جناب والا! ہماری اکثریتی آبادی غربت کی لکیر سے نیچے گزارہ کر رہی ہے۔ اگر دو ڈالر یومیہ آمدنی بھی نہ ہو تو پھر وہ غربت کی لکیر سے نیچے ہے۔ دو ڈالر بھی ڈیڑھ سو روپیہ بنتا ہے تو ڈیڑھ سو روپے میں جناب والا! آج کی مہنگائی، بےروزگاری اور اس قسم کے مشکل حالات میں قطعاً کسی خاندان کا گزارہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بہت ظلم اور زیادتی ہے۔ میں Chairman, Standing Committee on Manpower and Labour بھی ہوں، مزدور کی بنیادی آمدنی کو چھ ہزار روپے سے سات ہزار روپے کیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل غیر مفید ہے اور کسی کام نہیں آئے گی۔ آج کل تو میرے

خیال میں کم از کم ایک مزدور کی ماہانہ آمدنی بارہ سے چودہ ہزار روپے ہونی چاہیے۔ اسی طرح شہروں میں بہت سے fixed salary والے لوگ ہیں جو کم از کم دس فیصد تو ضرور ہیں۔ ان کے لیے بھی کچھ نہیں کیا گیا۔ جو daily wages پر ہیں وہ غریب بھی بھوکے مر رہے ہیں، خود کشیاں کر رہے ہیں اور اپنے بچوں کو بیچ رہے ہیں تو حالت زار بڑی قابل رحم اور تشویشناک ہے۔ ان کو relief دینے کے لیے ابھی وزیر خزانہ صاحب نے کوئی خاص امید نہیں دلائی۔

آج کل شہروں میں نام نہاد دانشور باتیں کر رہے ہیں جو میرے خیال میں زراعت یا دیہاتی آبادی کو پوری طرح نہیں سمجھتے۔ اس وقت ساٹھ سے ستر فیصد آبادی دیہاتوں میں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب کو مل کر ان کسانوں، ہاریوں، مزارعین اور زمینداروں کو خراج تحسین پیش کرنا چاہیے جو حکومت کی کسی قسم کی امداد اور رہنمائی کے بغیر بھی ملک کے لیے غلہ پیدا کر دیتے ہیں اور اکثریت کی حالت یہ ہے کہ ایک مزدور، کسان کی سالانہ آمدنی چالیس سے پچاس من گندم ہوتی ہے۔ اگر اس سے پانچ سو روپے فی من خریدی جائے تو اس کی آمدنی بیس ہزار ہو جائے گی۔ ان کی ساٹھ سے ستر فیصد آبادی دیہاتوں میں موجود ہے، اگر ان کو خوشحال نہیں کریں گے تو ہم ملک میں کیسے خوشحالی لا سکتے ہیں۔ وہ بہت محنتی ہیں لیکن ان کی demands نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑا خوش نصیب بنایا ہے کہ ہمارے ملک کو زرعی بنایا ہے اور زندہ رہنے کے لیے بنیادی ضروریات عطا فرمائی ہیں۔ صرف چاول اور آٹا اور اس قسم کی دوسری ضروریات ہیں، بندہ کھائے، پانی کے ساتھ پیے تو گزارہ ہو سکتا ہے لیکن اس وقت جو globally financial recession ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ بہت سارے مغربی اور ترقی یافتہ ممالک کے ادارے اور بینکس، تجارتی اور صنعتی ادارے سب ڈوب گئے ہیں لیکن پاکستان نے اس لحاظ سے بڑا کم اثر قبول کیا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہاں کھانے پینے کی چیزیں خواہ مہنگی ہیں لیکن available ہیں اور وہ اپنی بسر اوقات کر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جو شہروں میں دس فیصد آبادی ہے ان کو خوراک سستی ملنی چاہیے۔ جناب وزیر خزانہ تشریف فرما ہیں، ان کی خدمت میں، میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ اگر ایک دن کا کرفیو لگا کر، سارے لوگوں کو اپنے گھروں میں رکھ کر genuine طریقے سے راشن کارڈ ان لوگوں کے بنا دیے جائیں جو غریب ہیں جن کی تنخواہ fix ہے اور جو مزدور ہیں۔ ان کی ضرورت کے مطابق یوٹیلٹی سٹوروں سے یا راشن ڈپوؤں سے تین، چار سو من آٹا، چاول وغیرہ ان کو دینے چاہیئیں۔ باقی جو شہروں کی ۷۰ یا ۸۰ فیصد آبادی ہے ان کو نہ مہنگائی matter کرتی ہے، نہ ان کو ان باتوں کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ فوڈ سٹیمپس یا راشن کارڈز اس طرح

بنا دیے جائیں، کفالت کرنی ہے تو سات بندوں کو راشن سستے طریقے سے مہیا کیا جائے تا کہ وہ بھی پاکستانی کی حیثیت سے باعزت زندگی گزار سکیں۔ شہری غریب آبادی کا کوئی پرسان حال نہیں اور وہ احتجاج کرتے ہیں جو باعث شرمندگی ہے اور پاکستان کی حکومت کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اس لحاظ سے میری تجاویز یہ ہوں گی کہ جو unproductive اخراجات ہیں ان میں فوری طور پر پچاس فیصد کمی کی جائے اور جو current اخراجات ہیں ان کو بھی کم کیا جائے۔ Luxuries کی درآمد مکمل بند کر دی جائے اور comforts کو بھی کم کریں۔ بنیادی ضروریات کی supply جو زندگی کے لیے ضروری ہیں ان کی supply, demand سے زیادہ کرائیں اور خاص طور پرزراعت کو صنعت کا درجہ دے کر، زراعت کی حوصلہ افزائی کی جائے تا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں زراعت میں اتنے اچھے وسائل دے رکھے ہیں ان کو کام میں لا کر زراعت کو ترقی دی جائے اور زرعی پیداوار بڑھائی جا سکے۔

اس کے ساتھ ہماری جو بیمار صنعتیں ہیں، وہ جناب وزیر خزانہ کے ذہن میں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مہاتیر محمد صاحب سابق وزیر اعظم ملائیشیا نے ہم سے بھی بری حالت میں معیشت کو پایا تھا اور آج ملائیشیا والے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں بڑے فخر کے ساتھ کھڑے ہیں تو اونے پونے بیچنے کی بجائے بیمار صنعتوں کو چلانے کی ضرورت ہے تا کہ وہ production میں آ جائیں۔ وہ روزگار بھی مہیا کریں گی اور ملکی معیشت میں اپنا حصہ بھی ڈالیں گی۔

زراعت یقیناً ریڑھ کی ہڈی ہے اس پر خصوصی توجہ دی جائے اور خاص طور پر power, energy جو ہے وہ coal سے یا hydel سے پیدا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں hydel دے رکھی ہے لیکن وہ ہماری ضروریات کے مطابق دستیاب نہیں۔ ہمارے کچھ پاکستانی بھائی، صوبہ خیبر پختونخوا سے اور سندھ سے پتا نہیں کیوں ان تعصبات میں یا غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں یا ان کا knowledge ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ سب پاکستانی بھائی ہیں، پاکستان کو قائم رکھنا، مضبوط رکھنا اور خوشحال رکھنا سب کا مطمع نظر ہے کیونکہ یہ ہماری پہچان ہے، ہماری عزت ہے لہٰذا اس کے لیے consensus پیدا کرنے کے لیے اور اگر کوئی غلط فہمیاں ہیں تو ان کو رفع کرنے کے لیے فوری اقدامات کیے جانے چاہیئیں کیونکہ آج بھی میں نے سنا ہے کہ ہائیڈل پاور جہاں بھی produce ہوتی ہے وہ چند پیسوں پر ہوتی ہے۔ آج جو ہم باہر سے لے رہے ہیں وہ بیس روپے، بائیس روپے rental وغیرہ اور دوسرے IDP produce کرتے ہیں تو یہ غریب قوم جس کے پاس وسائل نہیں ہیں، جس کے پاس قوت خرید نہیں ہے، یہ ان چیزوں کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ تو اس لحاظ سے ہمیں فوری طور

پر hydel power اور کوئلے سے بجلی generate کرنے کے لیے اقدامات کرنے ہوں گے۔ اگر آج کالاباغ ڈیم کا نام لیا جائے تو کچھ بھائی ناراض ہو جاتے ہیں، اس پر بھی consensus ہونا چاہیے جو کچھ ان کے تحفظات ہیں وہ دور ہونے چاہیئیں۔۔۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: چٹھہ صاحب next point پرآئیں۔ میں نے آپ کو پانچ منٹ زیادہ دے دیے ہیں۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: جناب والا! ان کے ان اعتراضات ہی کی وجہ سے کالاباغ ڈیم نہیں بنا اور ان بھائیوں کی عزت کی وجہ سے نہیں بنا لیکن آج کے حالات تو دیکھیں کہ کدھر جا رہے ہیں، کیا بنیادی چیز ہے؟ آج کل کے اس بحران اور بجلی کے بحران کو بھی آپ realize نہ کریں تو یہ ہماری بد نصیبی ہے۔

یہاں ایک اور بہت بڑی بات چل رہی ہے کہ زمیندار، زرعی ٹیکس نہیں دیتے۔ میں اپنے پنجاب کو جانتا ہوں۔ پنجاب میں کئی سالوں سے زرعی ٹیکس لگا ہوا ہے کیونکہ یہ صوبائی subject ہے اور جو چھوٹے زمیندار ہیں ان کے لیے کم ہے، جو بڑے ہیں ان کے لیے ذرا زیادہ ہے لیکن وہ levy بھی ہو رہا ہے اور ادا بھی ہو رہا ہے اور collection بھی ہو رہی ہے۔ آج کل کے یہاں جو دانشور ہیں، وہ جو کام چل بھی رہا ہے، اسے بھی بگاڑنا چاہتے ہیں۔ اگر ہماری کلیدی اور بنیادی غذائی ضروریات پیدا ہو رہی ہیں تو یہ انہیں بھی روکنا چاہتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ خدارا! سب کو پاکستانی بن کر، پاکستان کو بچانے کے لیے اور قائد اعظم کے پاکستان میں جس کے لیے انہوں نے کہا ہے کہ یہ پاکستان وہ ہے جس میں ہر بندہ باعزت زندگی بسر کر سکے، اس باعزت زندگی کے لیے، ہر پاکستانی کی عزت اور زندگی کو محفوظ کرنے کے لیے جو بھی ہو سکے، اپنے ذاتی مفادات کی قربانی دیتے ہوئے ملی اور ملکی مفادات کو ترجیح دیتے ہوئے یہ ہی ہماری ترجیح ہونی چاہیے کہ ہم پاکستان کی تعمیر کریں اور پاکستان کو قائم دائم رکھیں اور پاکستان کو اللہ کریم تاقیامت قائم رکھے۔ یہ مسلمانوں کے لیے اور اسلام کے لیے ایک پناہ گاہ ہے اور ایک مورچہ ہے جس میں بیٹھ کر ہم نے اسلامی زندگی کو فروغ دینا ہے اور اسے بہتر کرکے باعزت بنانا ہے۔ اس لحاظ سے جناب والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! میں چٹھہ صاحب کے خیالات کا احترام کرتا ہوں لیکن صوبوں کے تعصب کی بات نہ کی جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، بھائیوں میں تعصب نہیں ہوتا۔ جی بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلے میں شیخ صاحب کے وزیر بننے پر انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے بلوچ ہوتے ہوئے دبی دبی آواز میں حکومت پر بھی تنقید کی اور بجٹ بھی پیش کیا۔ جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے اس میں غریبوں کے لیے مجھے کوئی relief نظر نہیں آتا۔ جب بھی بجٹ پیش کیا جاتا ہے تو اس میں غریب کے لیے کچھ نہیں کیا جاتا بلکہ امیروں کے لیے بجٹ بنایا جاتا ہے۔ اس طرح اس ملک میں جتنی بھی سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں وہ صرف امیروں کے لیے ہوتی ہیں۔ جناب! آپ دیکھیں کہ بجلی اور گیس پر جو اضافی ٹیکس لگے ہیں وہ ایک غریب آدمی جس کی آمدنی پانچ ہزار ہے اور اس کے پانچ بچے ہیں کس طرح یہ ادا کرے گا۔ اس کو بچوں کی خوراک، تعلیم اور صحت وغیرہ کے لیے بھی خرچ کرنے پڑتے ہیں تو اپنا بجٹ کیسے بنا سکتا ہے؟ کیا غریب کا یہ قصور ہے کہ اللہ نے انہیں غریب پیدا کیا؟ آج تک اس ملک میں غریبوں کے لیے کوئی پالیسی نہیں بنائی گئی۔ میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ جو ٹیکس بجلی اور گیس پر لگایا گیا ہے اس کو واپس لیا جائے۔

جناب والا! جہاں تک خیبر پختونخوا اور بلوچستان کا تعلق ہے ان کے لیے بجٹ میں کوئی package نہیں دیا گیا بلکہ سندھ اور پنجاب کے لیے packages دیے گئے ہیں۔ لاڑکانہ اور ملتان کی سڑکوں کے لیے جتنی fix amount کی گئی ہے، اتنی بلوچستان کے لیے نہیں کی گئی، اس پر ہم چھوٹوں صوبوں کا احتجاج ہے۔ میری تجویز ہے کہ ہم چھوٹے صوبوں والے اس وقت تک احتجاج پر رہیں اور ہاؤس میں نہ آئیں جب تک ہمیں برابری پر treat نہ کیا جائے۔ بلوچستان کی گوادر بندر گاہ کی development کے لیے کوئی فنڈ مقرر نہیں کیا گیا۔ بلوچستان والوں نے تین medical colleges کی demand کی تھی، ایک تربت گوادر کے لیے، ایک خضدار اور ایک لورالائی کے لیے، ان کے لیے بھی کوئی فنڈ مختص نہیں کیا گیا۔

جناب! ہمارے ملک میں امن و امان کا مسئلہ ہے، وزیرستان اور سارے ملک میں یہ جنگ جاری ہے، اس کی ہمیں بہت قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ ہماری ناقص خارجہ پالیسی کی وجہ سے ہمارا

ملک قرضدار ہوتا جارہا ہے۔ یہ جنگ ہماری نہیں ہے بلکہ ہم پر مسلط کی گئی ہے۔ یہ امریکہ کی جنگ ہے، پاکستان کی نہیں ہے، اس پر بھی اس ایوان کو نظر ثانی کرنی چاہیے۔

جناب! غریبوں تنخواہ داروں کی جو تنخواہ 50% بڑھائی گئی ہے، یہ ناکافی ہے، اس پر بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ صحت اور تعلیم کے لیے جو fund مقرر کیا گیا ہے وہ بالکل ناکافی ہے۔ یہ دونوں اہم ادارے ہیں اور انہیں ہمیشہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔ میری تجویز ہے کہ ان کے لیے رقم double کی جائے۔ اس ملک کے دینی مدارس کا بھی اس بجٹ میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ ان کے لیے بھی رقم مقرر کرنی چاہیے۔

جناب والا! اس ملک کے ہر department میں corruption سرایت کر گئی ہے اور اگر ان کے check and balance اور accountability کے لیے کوئی انتظام کیا جائے اور اسے کنٹرول کیا جائے تو ہمیں باہر سے بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

World Bank کی طرف سے ہم پر خطرناک شرائط لگائی گئی ہیں جن کی وجہ سے ہم بجلی و گیس وغیرہ پر ٹیکس لگاتے ہیں۔ میری تجویز ہے کہ ہم اپنے وسائل کو بروئے کار لائیں اور self-reliance کی پالیسی اپنائیں۔ اس ملک میں کیا نہیں ہے؟ یہاں زراعت کے مواقع ہیں، یہاں سونا اور معدنیات وغیرہ پائی جاتی ہیں۔ اگر ہم اپنے وسائل پر بھروسا کریں تو ہمیں باہر سے قرض لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور بجٹ کا خسارہ بھی نہیں ہوگا۔

بلوچستان میں جن علاقوں میں سیلاب آیا ہے ان کے متعلق ابھی میری ڈپٹی کمشنر سے بات ہوئی انہوں نے مجھے بتایا کہ تقریباً دس ارب کا نقصان ہوا ہے۔ بلوچستان کے دور دراز علاقوں یعنی تربت، گوادر، پشین، لورالائی، قلعہ سیف اللہ، نصیر آباد وغیرہ میں بجلی کی سخت ضرورت ہے اور اسے مہیا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جناب! ایران بجلی دینے کے لیے تیار ہے۔ میری اس ضمن میں وزیر صاحب اور واپڈا کے چیئرمین سے تین دفعہ بات ہوئی، انہوں نے ایران جانے کے لیے date بھی fix کی لیکن آج تک یہ delegation ایران نہیں گیا۔ اگر 15 megawatt مکران کو دیں تو پنجگور، گوادر اور تربت کی بجلی کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

جناب والا! بے روزگاری کا یہ حال ہے کہ جوانوں کے ہاتھوں میں degrees and diplomas ہیں اور وہ ادھر ادھر ملازمت کے لیے پھر رہے ہیں اور ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے خود کشی

تک کرنے کے لیے تیار ہیں۔ جناب والا! یہاں تو میرٹ بھی نہیں ہے۔ میری تجویز ہے کہ میرٹ کی بنیاد پر ملازمت ملنی چاہیے اور روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کرنے چاہییں۔

جناب والا! مہنگائی کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ بشمول ایران، دوسرے ملکوں میں خور و نوش کی اشیاء پر باقاعدہ subsidy دی جاتی ہے لیکن ہمارے ملک میں ایک غریب مزدور کے لیے بھی ایسا نہیں کیا جاتا۔ میری تجویز ہے کہ خور و نوش کی تمام اشیاء پر سے ٹیکس ختم ہونے چاہییں اور انہیں سستے rates پر مہیا کیا جائے تاکہ غریب لوگ بھی سکھ کا سانس لے سکیں۔ باہر کے ملکوں میں غریب لوگوں کے لیے گزارہ الاؤنس مقرر کیا جاتا ہے لیکن یہاں ہمارے بجٹ میں اس کے لیے کچھ نہیں رکھا جاتا ہے۔ مجھے اس ایوان میں بارہ سال ہوگئے ہیں اور ہر بار میں بجٹ پر بات کرتا ہوں لیکن آج تک غریبوں کے relief کے لیے کوئی پالیسی نہیں بنائی گئی۔ اس ملک میں غریب کو رہنے کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ اگر یہاں امیر رہ سکتے ہیں تو یہ ملک امیروں کا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو بڑے بڑے ائرکنڈیشنرز یا آرام و آسائش کا سامان امیروں کے لیے ہے ان پر ٹیکس لگانا چاہیے تھا اور غریبوں کی اشیاء پر ہر ممکن چھوٹ دینی چاہیے تھی لیکن یہاں پر صرف اور صرف امیروں کے لیے سب کچھ ہوتا ہے۔ 95% غریب لوگ اس ملک میں رہتے ہیں اور ان کے ووٹوں کی وجہ سے ہم اس ہاؤس میں موجود ہیں لیکن آج تک اس ملک نے ان کے لیے کوئی پالیسی نہیں بنائی۔ وہ در بدر رہتے ہیں، وہ مجبور ہیں اگر ان کے چار یا پانچ بچے ہیں تو وہ خود کشی کے لیے بھی تیار ہیں۔

جناب چیئرمین! بجٹ میں یہ جو ظلم اور زیادتی ہے یہ تمام ٹیکس واپس لینے چاہییں۔ ایجوکیشن اور ہیلتھ کے فنڈز کو ڈبل کرنا چاہیے پھر یہ ملک ایسے حالات سے گزر جائے گا۔ جناب چیئرمین! ہماری خارجہ پالیسی میں جب تک ہم امریکہ سے جان نہیں چھڑاتے اس وقت تک ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ یہ جنگ امریکہ کی ہے ہماری نہیں ہے۔ پاکستان امریکہ کی ایک کالونی بنا ہوا ہے۔ ہم صرف نام پاکستان کا استعمال کرتے ہیں لیکن ہمارا ملک آزاد نہیں ہے۔ ہماری جتنی بھی پالیسیاں ہیں وہ باہر بنتی ہیں۔ Dictation ہم باہر سے لیتے ہیں۔ اگر ایک ملک خود آزاد نہ ہو اور اپنی پالیسی بنانے کا اس کے پاس اختیار نہ ہو تو پھر یہ ملک کس طرح اپنی پالیسیاں بنائے گا۔ ہم بجٹ آزادی کے ساتھ نہیں بنا سکتے ہیں۔ ورلڈ بینک کی طرف سے جو شرائط عائد ہوتی ہیں ان کے مطابق بجٹ بنایا جاتا ہے۔ بجٹ پر دوبارہ ہمیں نظر ثانی کرنی چاہیے اور خاص طور پر بلوچستان کے جو موجودہ حالات ہیں، امن و امان ہے، target killings ہیں اور بلوچستان میں جو مایوسی پائی جاتی ہے اس پر بھی غور کرنا چاہیے۔ ان حالات کو ٹھیک

کرنا چاہیے وگرنہ یہ بجٹ برائے نام بجٹ کہلائے گا۔ میرا صرف یہ کہنا ہے کہ صرف تاریخ کا فرق ہے۔ پہلے 10-2009 تھا اور اب 11-2010 کہا گیا ہے۔ اس بجٹ میں کوئی خاص چیز نہیں ہے لہٰذا، اس پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

جناب چیئرمین! آخر میں ایک دو ضروری باتیں تھی ان کا بھی میں ذکر کروں گا۔ ایک تو یہ ہے کہ اسلام آباد میں جو پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیمیں ہیں، یہ ایسی سکیمیں ہیں کہ جن کے پاس ابھی تک زمینیں نہیں ہیں۔ CDA نے ان کو NOCs دیے ہیں۔ لوگوں کے پیسے وہاں پر پھنسے ہوئے ہیں اور وہ لوگ ابھی تک در بدر پھر رہے ہیں۔ میں آپ سے request کرتا ہوں کہ پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیموں کو آپ کمیٹی کے حوالے کریں تاکہ ان پر غور کیا جائے۔ لوگ ان کے بارے میں بڑے ناراض اور پریشان ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہیلتھ میں جو دس بارہ پراجیکٹس چل رہے ہیں، ان میں ایڈز اور ٹی بی وغیرہ کے پروگرام بھی شامل ہیں۔ یہ صرف TV پر دکھانے کے لیے یا فوٹوز بنانے کے لیے سیمینارز اور کانفرنسز کرواتے ہیں۔ اس طرح ان کے فنڈز بھی misuse ہوتے ہیں اور ان میں اتنے گھپلے اور رشوت بھی ہے۔ ان کو آپ Assurance Committee کو دیں تاکہ وہ ان پر غور کریں کیونکہ گراؤنڈ پر ان کا کوئی کام نہیں ہو رہا ہے اور صرف سیمینارز منعقد ہوتے ہیں۔ ان میں صرف گھپلے ہوتے ہیں۔ یہ دو اہم مسئلے تھے ان پر آپ رولنگ دیں اور ان کو کمیٹی کے حوالے کریں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈوکیٹ(وزیر برائے ہاؤسنگ و تعمیرات): جناب چیئرمین! میں یہ وضاحت کرنا چاہ رہا تھا کہ منسٹری آف ہاؤسنگ کا ان سکیموں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ہاں، آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مولا بخش چانڈیو کے حوالے کرتے ہیں۔ تھوڑا وہ بھی کام کریں، وزن ان کا کافی بڑھ گیا ہے۔ جو ہیلتھ کے problems ہیں وہ میڈم کلثوم پروین کے حوالے کرتے ہیں۔ یہ لوڈ ہم حفیظ شیخ پر نہیں ڈالنا چاہتے ہیں۔ حفیظ شیخ ابھی پہنچا نہیں۔ کہتے ہیں سر منڈاتے ہی اولے پڑے۔ ابھی ان کو وزارت میں 8 ,7 دن نہیں ہوئے ہیں، ان کو ہم مشکل میں کیوں ڈالیں۔ ہم خود یہ tackle کرتے ہیں۔ جی، کلثوم صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: ایک منٹ مجھے وضاحت کے لیے دے دیں۔ ابھی بلیدی صاحب نے جو بات پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیم کے بارے میں کی ہے۔ شاہد بگٹی صاحب اس کمیٹی کے چیئرمین

ہیں، اگر بلیدی صاحب بھی اس کمیٹی میں بطور mover آجائیں تو میرے خیال میں وہ شامل ہو سکتے ہیں۔

دوسرا جو ہیلتھ کے حوالے سے انہوں نے بات کی ہے، بالکل صحیح کی ہے۔ ہمارے پراجیکٹس گراؤنڈ پر کچھ بھی نہیں ہیں۔ سینیٹر زاہد خان صاحب کی رپورٹ بھی آگئی ہے اور میری اپنی کمیٹی کی رپورٹ بھی آگئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کمیٹی میں بطور mover آجائیں تو میں اس میں شامل کروں گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بالکل، آپ ان کو special invitation کے ذریعے لے آئیں۔

Senator Kalsoom Parveen: Thank you sir.

Mr. Acting Chairman: Senator Abdur Rahim Khan Mandokhail, please take the floor.

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: شکریہ، جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے بجٹ 2010–2011 کے بارے میں مجھے موقع دیا۔ جناب والا! کسی بھی بجٹ میں ایک بنیادی بات تو یہ ہوتی ہے کہ ہماری آمدنی کہاں سے ہے اور ہمارا خرچہ کیا ہے؟ اس ترتیب سے پھر اس پر کام کیا جاتا ہے، مجموعی طور پر چاہے وہ گھر کا ہو چاہے علاقے یا ملک کا بجٹ ہو۔ جناب چیئرمین! ہماری مملکت پاکستان میں اصولاً یہ طے ہے کہ یہ ایک فلاحی مملکت ہے اور اس فلاحی مملکت میں بنیادی طور پر یہاں کے رہنے والوں کی فلاح کے لیے ہر وہ اقدام کیا جائے گا جس سے عوام کی فلاح ہو۔ جناب والا! موجودہ بجٹ میں جو کچھ ہماری آمدنی ہے اس کے بنیادی طور پر دو حصے ہیں۔ ایک تو ہے ٹیکس کا اور ایک نان ٹیکس آمدنی ہے۔ ٹیکس میں بھی جناب والا! فرق ہے۔ ایک direct tax ہے اور ایک indirect tax ہے۔ جناب والا! جب ہم اس کو دیکھتے ہیں تو Indirect tax عوام دیتے ہیں، عمومی طور پر ملک کا ہر شخص حتیٰ کہ ہر بچہ اس ٹیکس کی ادائیگی میں شامل ہوتا ہے۔ جناب والا! یہاں مجموعی طور پر انتظام یہ ہے اور ہمارے موجودہ بجٹ میں آپ دیکھیں تو ہمارا indirect tax زیادہ ہے یعنی عمومی طور پر عوام سے جو ٹیکس لیا جا رہا ہے اور direct tax کم ہے۔ اس کے ساتھ جناب والا! پھر جب ہم مختلف مدات میں خرچہ کرتے ہیں تو defence ہے اور debt servicing ہے جو پہلے

سے قرضہ ہے ہم اس پر، قرضے کی ادائیگی میں بہت بڑی رقم خرچ ہوتی ہے کوئی پچاس فیصد سے زیادہ اور اسی طرح دفاع کے حوالے سے ہے یعنی جو بھی آمدنی ہے، خواہ ٹیکس کی ہے یا نان ٹیکس کی ہے، وہ تمام خرچہ ان دو مدات میں چلا جاتا ہے۔ اب یہ باقی تمام خرچہ ہم کہاں سے لاتے ہیں۔ All non-development and development expenditures اور دوسرے جو خرچے ہم کرتے ہیں وہ کہاں سے آرہے ہیں؟ جو کچھ ہماری آمدنی ہے، وہ تو ان دو آئٹمز پر ختم ہو گئی ہے۔ اب حساب کر کے یعنی جو کچھ آمدنی ہے اور جو کچھ خرچہ ہے سب کچھ نکال کر 850 billion ہمارا deficit ہے۔ ہمارے ملک کا بجٹ خسارے میں چل رہا ہے۔ آمدنی میں direct tax, indirect tax اس کے بعد defence کا خرچہ، debt servicing کا، بعد میں مزید خسارہ۔ خسارہ ہم کیسے پورا کریں گے یہ الگ مسئلہ ہے۔ اس کو کیسے پورا کرنا ہے؟ قرضہ لینا ہے اور کیا کرنا ہے۔ جناب والا! وزیر خزانہ صاحب نے objective رکھے ہیں۔ ہم بمشکل recover کر رہے ہیں اور وہ بھی بڑی unstable حالت ہے۔ اس کے بعد inflation ہے۔ اسی طرح انہوں نے جو objectives رکھے ہیں وہ یہ ہیں کہ ہماری مشکلات ہیں۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے، صحیح معنوں میں challenges ہیں۔ ہمارے بجٹ میں جو خسارہ ہے اس کو کیسے پورا کرنا ہے۔ اس کے لیے ایک تو کلیہ IMF والا ہے کہ ان سے قرضہ لینا ہے اور ملک کو چلانا ہے۔ آنے والے سال میں جب یہ دن آئیں تو پھر اسی طرح کا عمل کرنا ہے۔ اس وقت ہم deficit کو پورا کرنے کے مسائل سے دوچار ہیں۔ پشتو میں کہتے ہیں کہ ایک طرف چیتا ہے اور دوسری طرف کھائی یا تو آپ نے IMF سے قرضہ لینا ہے، آپ لے سکتے ہیں لیکن آپ مزید رہن رکھے جائیں گے۔ اس کے علاوہ کیا صورت ہوگی، کیا علاج کریں گے؟ میں پروفیسر صاحب کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ انہوں نے وزیر خزانہ صاحب کے بارے میں کہا کہ اچھے ہیں، یہ ان کا analysis تھا۔ وزیر خزانہ صاحب نے حل نہیں رکھا۔ حل کیا ہے؟ یہ ہمارے لیے مسئلہ ہے۔ جس حد تک میں سمجھتا ہوں تو IMF سے لیے گئے قرضے یا اندرونی یا بیرونی قرضے اس مسئلے کا حل نہیں ہیں، یہ رہن ہے اور ہم مزید اس میں پھنس رہے ہیں۔ ہمارا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہم اپنے اخراجات کو قابو میں لائیں۔ یہاں پر معزز سینیٹرز حضرات نے تجاویز دی ہیں کہ اپنے non development expenditure کو کنٹرول کیا جائے۔ یہاں پر ہم تجاویز دے رہے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ ہوا، اگر وہ ہوا، اگر ایسا ہوا تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

جناب والا! ہم جانتے ہیں کہ اگر کرپشن کا پیسا عوام کو واپس ملے تو ان کا بوجھ کم ہوگا لیکن کرپشن تو ختم نہیں ہو رہی۔ کرپشن کا علاج یہ ہے کہ ہمیں انقلابی اقدامات کرنے ہیں۔ ہمارے ملک کے حکمرانوں کو اس standard کا ہونا چاہیے کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ کرپشن کا خاتمہ کرنا ہے، جو عناصر کرپٹ ہیں ان کی کرپشن کو کنٹرول کرنا ہے۔ یہاں پر وزیر خزانہ صاحب نے کہا ہے کہ public sector کی enterprises ناقابل برداشت ہیں وہ ناقابل برداشت تو ہیں لیکن کیا ہم ایک جمہوری ملک جہاں پارلیمنٹ ہے، ادارے ہیں، ہم یہ نہیں کرسکتے کہ ان اداروں میں اچھے لوگوں کو رکھیں، خواہ وہ سٹیل ملز ہو، خواہ PIA ہو، اس کو ہم قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ ہم اس کو کیسے قابو نہیں کرسکتے اس لیے کہ ہم اقربا پروری کا شکار ہیں۔ ہم خود indirect کرپشن کا شکار ہیں کہ ہم ان کو رعایت دیں، وہ جو کچھ کرنا چاہیں ان کو کرنے دیں۔ جناب والا! پچھلی دفعہ سٹیل ملز کا مسئلہ تھا۔ ان کے انچارج عبدالقیوم صاحب تھے، انہوں نے باقاعدہ ثابت کیا کہ یہ تو منافع کا item ہے۔ اس وقت وہ ہو سکتا تھا لیکن اب نہیں ہو رہا۔ اب اس لیے نہیں ہو رہا کہ جو حکمران ہیں، پارلیمنٹ میں ہیں، یا دوسرے ذمہ دار ہیں وہ کرپشن کا خاتمہ صحیح معنوں میں نہیں چاہتے۔

جناب والا! ہم public sector enterprises کی نج کاری کے بالکل حق میں نہیں ہیں۔ اس بات کے ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں کہ اس وقت سے ایسا ہو رہا ہے تاکہ لوگ مجبور ہو کر یہ کہیں کہ اپنی جان چھوٹے اور اسے فروخت کرو اور ہمیں بچاؤ، یہ ماحول بنایا جا رہا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی صحیح management کی جائے۔ جمہوری حکومت ہے، پارلیمنٹ ہے، ذمہ دار لوگ ہیں، ہم پارلیمنٹ میں اور پارلیمنٹ سے باہر اس کی مدد کرنے کے لیے تیار ہیں کہ ان اداروں کو صحیح کیا جائے اور مثبت طریقے سے چلنے دیا جائے۔ جناب والا! اس بجٹ میں 663 billion PSDP ہے اس کو اگر آپ دیکھیں تو اس میں Federation کی 280 بلین رقم مختص ہے، صوبوں کو ملا کر 663 بلین روپے PSDP ہے۔ جناب والا! PSDP کے بغیر بجٹ ہو، ان اداروں کے لیے خرچہ نہ ہو، تعلیم، صحت اور دوسرے اداروں کے لیے خرچہ نہ ہو تو اس کا مطلب کیا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ State fail ہو گئی ہے۔

جناب والا! اب میں پشتون بلوچ صوبے میں جو پوزیشن ہے اس پر بات کرنا چاہوں گا۔ جناب والا! صوبے میں آپ پانی کا مسئلہ دیکھیں۔ یہاں پر وزیر خزانہ نے خصوصی طور پر objective No. 8, No. 9 میں energy and food security پر بات کی ہے۔ Energy and

food security کے حوالے سے ہمارے صوبے میں اور باتوں کے علاوہ کوئلہ ہے ہمارے ہاں اعلیٰ کوالٹی کے کوئلے کے پہاڑوں کے پہاڑ ہیں، کوئٹہ سے چلیں تو سیرن، شاہراڈ، ہرنائی، دکی کے پہاڑوں میں لاکھوں ٹن کوئلہ ہے۔ وہاں پر PIDC کے چیئرمین نے کہا، ہم Establishment Committee کے ممبر تھے، وہاں پر PIDC کے اس وقت کے چیئرمین نے کہا کہ اس کوئلے کی تمام ذمہ داری مجھ پر ہے۔ جتنے بجلی گھر آپ بنائیں، کوئلے کی ذمہ داری ہماری ہے۔ اسی بنیاد پر کوئٹہ کے ساتھ تھرمل پاور بجلی گھر بنایا گیا، اس پر خرچہ ہوا، وہ آج بھی قابل عمل ہے لیکن اس کو بند کر دیا گیا، ناکام کر دیا گیا۔ اب مختلف علاقوں میں IPPs شروع ہیں۔ جناب والا! اب اگر ہم کہتے ہیں کہ ہمیں energy چاہیے تو energy تو آپ کو بہترین کوالٹی کی بلوچستان سے ملے گی۔ آپ خرچہ کیوں نہیں کرتے؟ بجٹ میں کہا گیا ہے کہ 131 ارب روپے energy کے لیے رکھے ہیں۔ ہمارے علاقے میں اس پر ایک میگا واٹ کا خرچہ نہیں ہوا۔ جناب والا! پانی کا مسئلہ ہے۔ پانی کے لیے آغاز حقوق بلوچستان پیرا 35 میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ پشتون علاقے میں پانی کافی مقدار میں ہے اور زرعی زمین بھی ہے۔ ہمارے لوگوں نے غربت کے باوجود اتنی زراعت کی ہے کہ وہاں پر میوے، سبزیاں اور غلّہ بہترین quality کا اور بہت بڑی مقدار میں پیدا ہوتا ہے۔ جب آپ water sector کا دیکھیں گے PSDP میں، پانی کے لیے پشتونخواہ کی سرزمین پر، اس میں انہوں نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں کہ 100 dams بنے ہیں۔ اب dams کیسے بنے ہیں؟ وہاں الفاظ یہ ہیں لیکن جب آپ یہ دیکھیں گے کہ اس کے لیے کتنی رقم مختص کی گئی ہے؟ چار کروڑ روپے سالانہ۔ یہاں اگر پارلیمنٹ میں دکھانا ہے تو دکھا دیں گے۔ لوگوں کو دکھانا ہے کہ دیکھیں وہاں علاقے میں ہم dams بنا رہے ہیں پانی کے لیے لیکن اس کے لیے رقم کتنی مختص کی گئی ہے؟ ہاں! وہ رقم آپ 3001 تک مکمل طور پر حاصل کر سکتے ہیں جب چار کروڑ روپے سالانہ رکھے جائیں گے۔ اب چار کروڑ روپے کا حساب لگا لیں اس طرح سو سال لگیں گے چار سو بلین کے لیے۔ ایک سو سال میں وہ بنائے جائیں گے۔

جناب والا! اس بار جو ہم یہاں آئے ہیں، میرا یہ پانچواں سال ہے۔ یہ پانچویں سال کا بجٹ ہے اور ہماری request ہے کہ آپ مہربانی کریں، جو Chashma Right Bank Canal ہے، جو nuclear energy کا ایک project ہے، اس سے آپ high tension line کو connect کریں ڈیرہ اسمٰعیل خان سے مول کوٹ اور وہاں سے ژوب تک تو اس سے تمام پاکستان کا circuit مکمل ہو جائے گا۔ کسی بھی وقت اگر کسی جگہ نقصان ہو جاتا ہے، بجلی میں کوئی

رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے تو اس سے رکاوٹ نہیں ہو گی۔ اگر ڈیرہ مراد جمالی والی line پر کوئی رکاوٹ ہو جاتی ہے تو ژوب سے یا ڈیرہ اسمٰعیل خان سے بجلی دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح یہاں کوئی رکاوٹ ہو جاتی ہے تو وہاں سے اس کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ چار سال پہلے یہاں پر جتوئی صاحب وزیر تھے اور جتوئی صاحب نے اس ہاؤس میں وعدہ کیا تھا کہ ہم اس کو کریں گے اور ہم اس بجٹ میں ڈالیں گے لیکن وہ دن اور آج کا دن، اس پر کوئی کام نہیں ہوا۔ اب صوبے کا جب نام لیا جاتا ہے تو ہمیں تو اس میں شریک ہی نہیں سمجھا جاتا۔

آپ اس بات سے اندازہ لگائیں کہ جب 18th Amendment pass ہوئی، اس سے پہلے آغاز حقوق بلوچستان package پیش کیا گیا، اس سے پہلے مشاہد حسین صاحب کی کمیٹی نے کچھ سفارشات پیش کی تھیں۔ ان سب نے یہ تجاویز دیں کہ یہ پشتون اور بلوچ یہاں کے مالک ہیں، اس سرزمین کے رہنے والے ہیں، یہ ایک دوسرے کے ساتھ اقتدار میں شریک ہوں گے لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ کوئی پشتون کسی بڑی آئینی آسامی پر یعنی گورنر یا وزیر اعلیٰ بنا ہے؟ کوئی پشتون گورنر یا وزیر اعلیٰ کیوں نہیں بن سکتا؟ کیوں نہیں بنایا جا رہا ہے؟ جب political فیصلے ہوتے ہیں، ان میں ہماری کوئی شراکت نہیں ہوتی ہے۔ ابھی یہاں ہمارے صوبے میں جو حالات ہیں، کیا آپ نہیں جانتے؟ وہاں پر target killing ہے۔ ایسے حالات میں کیا اس صوبے کے لوگ اقتدار میں شریک نہ ہوں؟ کیا ایسے مسائل کو کوئی حل کر سکتا ہے؟ بغیر پشتون کے ہمارے صوبے کے مسائل کو کوئی حل کر سکتا ہے؟ کبھی نہیں کر سکتا ہے۔ میں علی الاعلان اور واضح طور پر زرداری صاحب کی تعریف کرتا ہوں۔ کس بات پر؟ باقی باتیں اپنی جگہ پر ہیں۔ انہوں نے اٹھارہویں ترمیم میں ہمارے صوبے کے لیے 62 سال میں آئین میں پہلی مرتبہ یہ کیا کہ واقعی آئین کی اصلاح ہو جائے اور وہ ہو گئی۔ یہ ایک بہت اچھا اقدام ہے لیکن اس کے علاوہ بھی تو بہت سے کام ہیں جو کرنے ہیں۔ ابھی، میاں رضا ربانی صاحب جس کمیٹی کے چیئرمین تھے، اس کی recommendation No.11 جو 31 مارچ کو پیش کی گئی، اس میں یہ بات واضح ہے کہ اس صوبے میں پشتون اور بلوچ equitably رہیں گے۔ انصاف اور مساوات کی بنیاد پر رہیں گے لیکن اس کے بارے میں نہ ہی حکومت، نہ ہی حکومت کے ذمہ دار لوگ سوچتے نہیں۔ اور نہ ہی کچھ سنتے ہیں۔

جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ اس بجٹ میں جو اب کمیٹی کے پاس جائے گا اس میں ہماری proposals ہیں۔ کوئٹہ اور چمن کے درمیان کوجک پہاڑ بہت ہی پیچیدہ پہاڑ ہیں ان پر

اب تک کام ہی شروع نہیں ہوا، اب وہ مشکل کام شروع ہوا لیکن specification کے مطابق جناب والا! machinery نہیں لائی گئی ہے اور وہاں کام شروع ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں سب سے زیادہ برف گرتی ہے سردیوں کے موسم میں اور سڑک بند ہوتی ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ اس کام کو ناکام کیا جائے۔ جناب والا! ہمارا مطالبہ ہے کہ کوئٹہ سے چمن سڑک کو اور پھر بالخصوص کوجک کی جو peaks ہیں ان پر specifications اور اصول کے مطابق کام ہو۔

اسی طرح جناب والا! قلعہ سیف اللہ سے ژوب اور ژوب سے مغل کوٹ تک کی سڑک کو black top کیا جائے اور highways standard کے مطابق بنایا جائے، اس پر کوئی کام نہیں ہو رہا ہے بلکہ ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کو PSDP میں نہیں رکھتے ہیں۔ اسے black carpet projects میں رکھ لیتے ہیں۔ اگر وہاں NHA کے ذمہ دار لوگوں نے چاہا، اگر ان کی مرضی ہوئی تو ہو جائے گا ورنہ وہاں پر پیسے خرچ نہیں ہوں گے۔

اسی طرح جناب والا! ہم نے جو proposals دی ہیں، ہمیں امید ہے، یہاں ہماری کمیٹی کے چیئرمین، پروفیسر صاحب اور دوسرے ممبران بھی موجود ہیں، وہ ان مسائل کو دیکھیں گے اور ان میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں مثلاً پانی کے بارے میں چار سال پہلے جناب والا! ہمارے صوبے میں 57 billion کی مالیت کا project رکھا تھا لیکن اس دن سے آج تک کوئی رقم اس حوالے سے نہیں دی گئی ہے۔ اسی طرح جناب والا! میں نے پہلے عرض کی تھی کہ High Tension Transmission Lines from D. I Khan to Zhob to Quetta and DG Khan and Loralai, بجلی کا مسئلہ حل کر دیا جائے۔ اسی طرح قلعہ سیف اللہ ژوب سیکشن جو Highway No.50 ہے اس کے لیے رقم کا اضافہ کرنا ہے، اسی طرح Highway–50 ژوب مغل کوٹ سیکشن اور D. I. Khan –Mughalkot section کے لیے رقم بڑھائی جائے۔

جناب والا! پھر Agriculture University at Quetta ہے، وہاں بلڈنگ، تمام infrastructure, اساتذہ اور system موجود ہے، گورنمنٹ کہتی ہے کہ ہم تعلیم کو ترقی دیں گے تو اس کو یونیورسٹی بنانے کی ہماری سفارش ہے۔ ایک اور جس پر صوبہ متفق ہے کہ 50MW کا grid station کوئٹہ میں بنایا جائے جس سے تمام صوبے کے لیے باقاعدہ بجلی کا مسئلہ حل کر سکیں۔ اس کو ہم زیادہ اہمیت دیتے ہیں لیکن انہوں نے ابھی تک اس کا جواب نہیں دیا اور نہ

ہی arguments دیے ہیں کہ ہم کیوں نہیں کر رہے ہیں۔ اسی طرح پولیس کے تمام اختیارات لیویز کو واپس ہو گئے ہیں تو پولیس کے لیے جو رقم تھی وہ لیویز کو دی جائے۔

جناب والا! coal کے بارے میں بلوچستان میں power plants on coal be installed in the province of Balochistan as there are enough coal deposits at Quetta, Surange, Shahrag,Khost, Harani, Duki, Mach and Chamalang. جناب والا! انگریز کے زمانے میں ریلوے لائن تھی، ہم student تھے ہم اسی ریل میں کوئٹہ جایا کرتے تھے۔ کوئٹہ سے ژوب آیا کرتے تھے اور یہاں پر ایک ماہر نے کہا کہ نہیں، اب ریلوے کی ضرورت نہیں، بڑے بڑے ٹرالرز کی ضرورت ہے تو انہوں نے ریلوے لائن کو ختم کیا ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ enough funds be provided for revival and conversion of Quetta- Zhob Railway Section into broad gauge.

جناب والا! ہم امید کرتے ہیں کہ سینیٹ اسے اہمیت دے گا اور اس کے بعد پھر قومی اسمبلی کا مرحلہ ہے۔ دیکھیے وہ اہمیت دیتی ہے یا نہیں۔ پچھلی بار یہی الفاظ استعمال کیے تھے کہ ہم نے وزیر اعظم سیکرٹیریٹ میں بھیج دیا ہے۔ جناب والا! ہماری request ہے کہ سینیٹ کی کمیٹی خود فیصلہ کرے اور پھر قومی اسمبلی بھی اس کی حمایت میں یہ فیصلہ کرے۔ جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں، آپ نے کافی وقت دیا۔ بڑی مہربانی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹ کی ایک کہانی یہ بھی ہے کہ وزیر خزانہ ہم produce کرتے ہیں، اغواء نیشنل اسمبلی کر لیتی ہے۔ شیخ صاحب، شوکت ترین صاحب یا اس سے پہلے شوکت عزیز ہوں، تینوں کی ایک example ہے۔ Thank you very much. Sabir Bolach, please take the Floor.

Senator Sabir Ali Baloch: Thank you very much Mr. Chairman, for giving me a chance to record my views on budget.

جناب والا! صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری صاحب کی leadership اور وزیر اعظم گیلانی صاحب کی نگرانی میں وزیر خزانہ نے جو بجٹ پیش کیا ہے اس میں عوام کی مشکلات کا کافی خیال رکھا گیا ہے۔ جناب والا! سارے مسائل کا سب کو پتا ہے اور سب وسائل کا بھی، ان وسائل اور مسائل کی روشنی میں جو بجٹ پیش کیا گیا ہے وہ ایک کافی حوصلہ مند بجٹ ہے۔ جناب والا! پیپلز

پارٹی کی حکومت عوام سے committed ہے۔ عوام کے مسائل اور تکالیف سے آگاہ ہے۔ پیپلز پارٹی اور اس کی leadership کا رشتہ عوام کے ساتھ دوستی کا، محبت کا ہے۔ یہ ایک دوسرے سے کسی صورت میں جدا نہیں ہو سکتے، پیپلز پارٹی عوام کے مسائل اور ان کے حق حاکمیت کے لیے ہمیشہ لڑتی رہی ہے اور لڑتی رہے گی۔ جناب والا! چیئرمین بھٹو صاحب کی شہادت، بی بی صاحبہ کی شہادت اور چیئرمین زرداری صاحب کی جو قربانیاں ہیں ان کو کسی صورت میں بھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ پوری پاکستانی قوم ان کو کسی صورت میں بھی نہیں بھلا سکتی۔ جناب والا! مجموعی طور پر 32 ٹریلین اور 59 ارب روپے کے بجٹ میں 685 ارب روپے کا خسارہ دکھایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ مقامی اور بیرونی امداد کے ذریعے اس خسارے کو پورا کیا جائے گا۔ جناب والا! وفاقی حکومت کے اخراجات کو رواں سال کی سطح پر freeze کیا گیا ہے اور کابینہ کے ارکان کی تنخواہ میں % 10 جو کٹوتی کی گئی ہے وہ ایک خوش آئند بات ہے اور اس سے حکومتی اخراجات میں کافی کمی آئے گی اور اس کو کنٹرول کیا جا سکے گا۔ جناب والا! دوسری چیز Pay & pension Commission کی سفارشات پر تین سال کے اندر عمل درآمد کا فیصلہ بہتر نتیجہ دے گا۔ اس حوالے سے سرکاری ملازموں کی basic pay میں جو 25% اضافہ ہوا ہے یہ ایک اچھا اقدام ہے اور اس سے کافی encouragement ہو گی اور سروس کلاس کے لوگوں کو سہولیات بھی ملیں گی اور وزیر موصوف کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ جناب والا! کھانے کے تیل اور گھی میں استعمال ہونے والے پام آئل پر جو ٹیکس اٹھایا گیا ہے اس پر کوئی درآمدی ڈیوٹی نہیں لگائی گئی ہے اس سے بھی کافی مشکلات کا ازالہ ہوگا اور اس سے تیل اور گھی کی production میں کافی encouragement ہو گی اور اس سے صاف تیل بھی مل سکے گا، کوالٹی بھی بہتر ہو سکے گی اور عام آدمی کی پہنچ میں ہوگا۔ جناب والا! صوبوں کو ساتویں NFC award میں 1033 ارب روپے منتقل کیے گئے ہیں اس سے صوبوں کی ترقی میں کافی مدد ملے گی اور صوبے اپنے اپنے دائرے میں اپنی development schemes کو، اپنے non development اخراجات کو اچھے طریقے سے meet کر سکیں گے۔ جناب والا! ادویات کے خام مال پر جو رعایت دی گئی ہے اور ایکسرے فلم کی درآمد کو کسٹم ڈیوٹی سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، یہ definitely کافی encouragement کی چیز ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ واقعی غریب عوام کے مفادات کو مد نظر رکھ کر بجٹ بنایا گیا ہے۔ جناب والا ! GST ایک فیصد بڑھانے سے جو بڑا واویلا ہو رہا ہے کہ ایک فیصد GST بڑھانے سے

ملک میں بڑی مشکلات پیدا ہو جائیں گی اور افراط زر کی بھی بڑی فراوانی ہو گی، اس سے اور مسائل پیدا ہوں گے۔ یہ اتنا بڑا issue نہیں ہے۔ ایک فیصد بڑھانے سے کوئی اتنا بڑا مسئلہ پیدا نہیں ہو گا گو میں نہیں چاہتا اور نہ میں اس بات کی حمایت میں ہوں۔ ایک فیصد تو کیا بلکہ زیرو فیصد بھی نہیں بڑھانا چاہیے لیکن یہ ایک ضرورت تھی اور بجٹ کو بیلنس کرنے کے لیے اور اخراجات کو meet کرنے کے لیے جہاں 16% ہے تو وہاں 17% اتنی بڑی بات نہیں ہے لیکن گورنمنٹ اور وزیر موصوف صاحب نے بھی assurance دی ہے کہ تین مہینے کے لیے اکتوبر تک اس کو sixteen سے seventeen کیا گیا ہے۔ It will come back to fifteen percent یہ ایک strategy ہے جو بجٹ بنانے والے بناتے ہیں، انہوں نے اس strategy کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے۔ جناب والا! چاولوں کی process machines سے duty ختم کرنا بھی ایک بڑا اچھا اقدام ہے اور اس سے production میں کافی مدد ملے گی۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور یہاں پر چاول پیدا کرنے والے علاقوں کو مشینیں درآمد کرنے میں کافی سہولت ہو گی اور یہ انتہائی اچھا اقدام اٹھایا گیا ہے۔ جناب والا! آپ کی وساطت سے میں ایک چیز عرض کر دوں کہ we should be very realistic ہمیں اپنے آپ میں اتنا حوصلہ پیدا کرنا چاہیے کہ ہم حقیقت کو حقیقت سمجھیں۔ پاکستان کی اقتصادیات کا سب کو پتا ہے۔ جب کیری لوگر بل کا معاملہ آیا تھا تو کتنا واویلا کیا گیا تھا۔ حکومت کو کتنی باتیں سننی پڑی تھیں لیکن یہ حقیقت جاننے کے باوجود کہ آپ کی economy کس condition میں ہے اور آپ کی economy کو پچھلی حکومت نے جس حالت میں چھوڑا تھا، اس سے قطع نظر، آج جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ کیری لوگر بل کی مد میں امریکہ 51 ارب 90 کروڑ روپے، جبکہ Friends of Pakistan کی طرف سے، ان کے وعدوں کے مطابق ملنے والے 26 ارب 69 کروڑ روپے سے خسارے کو پورا کرنے میں کافی مدد ملے گی۔

جناب والا! وزارت تعلیم کے لیے پانچ ارب روپے اور اعلیٰ تعلیم کے لیے 15.8 billion rupees رکھے گئے ہیں۔ تعلیم اور صحت اصل میں صوبائی معاملہ ہے، فیڈرل گورنمنٹ نے جو اس مد میں پیسے رکھے ہیں وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے ہیں۔ اسی بات پر میں حکومت سے درخواست کروں گا کہ بلوچستان میں اس وقت جو تعلیم کی حالت ہے، وہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں، خود آپ کا تعلق بھی اسی علاقے سے ہے۔ وہاں پر اتنی deterioration ہے اور وہاں تعلیم کا سلسلہ اتنا خراب ہو چکا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ اب کوئی مزید یونیورسٹی یا کوئی کالج بلوچستان میں بنایا جائے بلکہ میں عرض کروں گا کہ

merit کو چھوڑ کر priority basis پر بلوچستان کے طلباء کو زیادہ تعداد میں پاکستان کے دوسرے صوبوں، کراچی، اسلام آباد، لاہور میں کوٹا مقرر کر کے بھیجا جائے تا کہ وہ تعلیم حاصل کر سکیں کیونکہ بلوچستان اس لحاظ سے بالکل ہی اس پوزیشن میں نہیں ہے۔

جناب والا! دوسری بات یہ عرض کروں گا کہ یوٹیلٹی سٹورز ایسے ادارے ہیں کہ جن کا تعلق براہ راست غریب عوام کے ساتھ ہے۔ ٹی وی پر ہم نے سنا تھا کہ آٹے، دال، چاول پر ڈیوٹی لگائی گئی ہے لیکن وزیر صاحب نے اس بات کو بالکل clear کر دیا ہے کہ آٹے، دال، چاول پر کسی قسم کی subsidy ختم نہیں کی گئی ہے اور ان کی قیمتیں وہیں کی وہیں ہیں۔ یہ حکومت کی طرف سے بڑا اچھا اقدام کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ صحت کے لیے جو 17 ارب روپے رکھے گئے ہیں، ان کو بھی تھوڑا enhance کیا جائے اور اسے دیکھنا چاہیے۔ جناب والا! جیسے میں نے عرض کیا تھا پاکستان کی مختلف یونیورسٹیوں اور کالجوں میں طلباء کے لیے reserve seats ہونی چاہئیں تا کہ بلوچستان کی تعلیمی حالت کو بہتر بنایا جا سکے۔

جناب والا! 18th Amendment کے بعد پاکستان میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہے اور اس نئے دور کے آغاز میں صدر پاکستان نے بارہا کہا ہے اور وہ اداروں کی بالادستی پر یقین رکھتے ہیں ادارے مضبوط ہوں گے، ادارے اپنی اپنی حدود میں رہ کر کام کریں گے۔ پارلیمنٹ اپنا کردار ادا کرے، عدالتیں اپنا کردار ادا کریں اور دوسرے اداروں کی مضبوطی اسی میں ہے، وہ ایک نئے pattern پر اسی وقت آسکتے ہیں کہ ہر ایک کو اس کا احساس ہو اور دوسرے کے کام میں مداخلت نہ کریں اور اگر دوسروں کے کام میں مداخلت کی گئی تو اس سے حالات خراب ہونے کا خدشہ ہے، وہ اچھائی کی طرف نہیں جا سکیں گے۔

جناب والا! میں آخر میں، جناب زرداری صاحب، جناب وزیر اعظم صاحب کو مبارک باد دیتا ہوں اور آپ کو بھی مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ نے ہم سب کو سننے میں جس برداشت اور حوصلے کا مظاہرہ کیا ہے، وہ قابل تعریف ہے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ میرا خیال ہے کہ اب آدھ گھنٹہ اور رہ گیا ہے۔ Points of order کا وقت آ گیا ہے۔ پہلا point of order زاہد خان صاحب کا ہے and then Mr. Wasim Sajjad and Mr. Raza Rabbani.

Point of Order: Representation of Provinces in Planning Commission

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ۔ جناب! point of order سے پہلے میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حج پالیسی پر ابھی بھی اراکین کے اعتراضات ہیں۔ آپ اس دن بیٹھے ہوئے تھے۔ چیئرمین صاحب نے تمام ممبران سے رائے لی اور سب کو اعتراض تھا کہ حج پالیسی ٹھیک نہیں ہے، ٹکٹ اور دیگر چیزوں کے اخراجات کا بڑھانا غلط ہے۔ اس پر انہوں نے رولنگ دی کہ سینیٹ کی standing committee اپنی میٹنگ بلائے اور اس میں جتنے بھی سینیٹرز جا کر رائے دینا چاہیں، وہ اپنی رائے دیں۔ میٹنگ ہوئی، سب اراکین آئے، ہر ممبر نے اپنی رائے دی اور اس کی رپورٹ تیار کر لی گئی ہے لیکن چونکہ چیئرمین صاحب کل بھی نہیں تھے اور آج بھی نہیں ہیں، اس لیے کل صبح رپورٹ پیش کریں گے، یہ ایوان کی امانت ہے۔ جناب! آپ ایک رولنگ ضرور دے دیں۔ آج منسٹر صاحب کا ایک بیان چھپا ہے کہ کمیٹی جو recommendation دے رہی ہے یا جو ایوان کہے گا، اس پر عمل نہیں ہوگا۔ خدا ! نہیں کہیے کہ جب تک ایوان فیصلہ نہ دے، کسی منسٹر کے پاس یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ایوان کی پالیسی کو مسترد کرے یا اس سے پہلے وہ بیان دے۔ یہ breach of privilege کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کے علاوہ پی آئی اے پر نئے ریٹ کے مطابق صارف سے کرایہ وصول کرنے پر اس وقت تک کے لیے قدغن لگا دیں جب تک کہ ایوان میں رپورٹ پیش نہ ہو جائے اور ایوان اس رپورٹ کے حوالے سے کوئی فیصلہ نہ کر لے۔ اس کے لیے اگر آپ رولنگ دے دیں تو بہتر ہوگا تاکہ غریب عوام زیادہ پیسا جمع نہ کرائیں اور PIA پرانے ریٹ کے مطابق کرایہ لے۔

جناب والا! میرا point of order Planning Commission سے متعلق ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہم ڈیڑھ سال سے چیخ رہے ہیں کہ اس میں ہمارے چھوٹے صوبوں سے ممبر نہیں ہیں۔ ہمیشہ ہمیں assure کیا گیا کہ اس ماہ یا اگلے ماہ یہ ریٹائر ہو جائیں گے تو چھوٹے صوبوں سے لیں گے۔ میں ابھی بھی کہتا ہوں کہ ہمارے صوبے سے تو پھر بھی ایک خاتون لی گئی ہے لیکن وہاں بلوچستان سے اب بھی کوئی نمائندہ نہیں ہے اور نہ سندھ کا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو فیصلے کر رہے ہیں ان سے چھوٹے صوبوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ انہوں نے ایک project کی approval دی ہے۔ اس project کی approval 19-11-2009 کو ہوئی تھی۔ پرانے ملازمین سے وعدہ کیا

گیا تھا کہ ان کو لیا جائے گا اور ہوا یہ کہ approval کی رپورٹ 19 تاریخ ہے لیکن اس job کے لیے retirement پہلی تاریخ سے کی گئی اور 15 تاریخ تک سب لوگوں نے درخواستیں دینی تھیں۔ وہاں ایک ایسا سماں بنا ہوا ہے کہ جس کی جو مرضی آئے کرے۔ اس ملک میں کوئی پتا نہیں چلتا کہ کون کیا کر رہا ہے۔ پلاننگ کمیشن اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور اس میں چھوٹے صوبوں کی نمائندگی نہ ہو، بلوچستان کی نمائندگی نہ ہو تو بلوچستان کا ملازم اس میں کیسے آئے گا۔

جناب والا! اس میں اخبارات کے تراشے لگے ہوئے ہیں، یہ میں آپ کو دینا چاہتا ہوں۔ اس میں corruption involve ہے۔ وہاں بھی یہی کہا جا رہا ہے کہ نوکریوں کو بیچا جا رہا ہے۔ خدارا اسے Assurance Committee کے حوالے کیا جائے تاکہ یہ تصدیق کرے کہ اخبارات میں جو شائع ہوا ہے اور جو reports آئی ہیں، یہ واقعی صحیح ہیں، اگر صحیح ہیں تو ان لوگوں کے خلاف ایکشن لینا چاہیے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ پلاننگ کمیشن کے بارے میں ابھی تک عمل نہیں ہوا۔ ایک تو ممبر ہونے چاہئیں اور دوسرے جو اس بارے میں رپورٹ ہے اور اخبارات کے تراشے ہیں، یہ میں آپ کو دیتا ہوں، اسے کمیٹی کو refer کیا جائے تاکہ وہ انکوائری کرے اور جو لوگ اس میں involve ہیں، ان کو سزا دے اور حقدار کو اپنا حق مل جائے۔ آپ کی مہربانی ہو گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ زاہد خان صاحب! میں نے Planning Commission کے documents دیکھے ہیں۔ گورنمنٹ سے assurance مانگیں گے، قائد ایوان بیٹھے ہیں، اس پر according to the rules کارروائی ہو گی اور provincial quotas adjust کیے جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک ہی صوبے کے سب بیٹھے ہوں، کسی اور صوبے سے نہ ہوں، یہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔ اس کو Assurance Committee کے حوالے کرتے ہیں۔ جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب چیئرمین! میری گزارش ہے کہ before sending it to the Assurance Committee, let's have the concerned Minister in the House.

Mr. Acting Chairman: Who is handling PNDC?

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: میں عرض کرتا ہوں کہ جو انچارج منسٹر ہیں ان کو بلا لیتے ہیں، ان کا point of view بھی آجائے، اس کے بعد آپ جو فیصلہ کریں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں

ہے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ ایک point of view آیا ہے، اس کے لیے آپ concerned Minister or Minister Incharge کو موقع تو فراہم کریں۔ Let him clarify things, if the House is not satisfied, the Chair is not satisfied, it can be sent to the Committee.

جناب قائم مقام چیئرمین: زاہد صاحب! آپ ایسا کریں کہ دومنٹ Leader of the House کے ساتھ بیٹھ جائیں اور انہیں وہ documents دکھا دیں۔ آپ وہ documents دیکھیں گے تو آپ خود feel کریں گے as Leader of the House it needs inquiry.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, I certainly agree but my point is this that before giving any verdict give an opportunity to the other side also, what's their point of view and then you decide it, as you wish.

جناب! مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن بات یہ ہے کہ let the point of view of the government should come on the record, let him explain the situation before the House. آپ کل کے لیے رکھ لیں، I will ask him.

جناب قائم مقام چیئرمین: زاہد خان صاحب، آپ نے Leader of the House کی بات سن لی۔

سینیٹر محمد زاہد خان: میں honourable Leader of the House کا احترام کرتا ہوں، میں نے ان سے discuss بھی کیا تھا۔ جناب! Ministers یہاں آتے ہی نہیں۔ آپ اس وقت دیکھ لیں کہ بجٹ پر بحث ہو رہی ہے، Finance Minister چلے گئے ہیں، آپ قومی اسمبلی میں دیکھیں تمام وزراء موجود ہوتے ہیں لیکن سینیٹ میں کوئی آتا ہی نہیں۔ اس میں ہمارا، ممبران یا ان لوگوں کا قصور نہیں ہے کہ ان کا problem ہے۔ جناب! میں نے آپ سے بھی discuss کیا تھا اور آپ نے agree کیا تھا اور یہ Assurance Committee میں جائے گا تو اس پر discussion ہو گی اور وہ وہاں پر آ کر جواب دے دیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: زاہد خان صاحب، کل منسٹر صاحب کو بلا لیتے ہیں، Leader of the House بھی دوبارہ clarify کر لیتے ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: وہ اپنا view کمیٹی میں بھی دے سکتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: کل ان کو بلا لیتے ہیں۔ Leader of the House کا opinion ہے، اس کی بھی عزت کرتے ہیں۔ کل جو بھی concerned minister incharge ہے، اس کو بلا لیں۔ وسیم سجاد صاحب۔

سینیٹر وسیم سجاد: شکریہ جناب! آپ نے مجھے موقع دیا۔ میرے point of order کا تعلق وزارت خارجہ اور داخلہ سے ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب، میں آپ کو ایک منٹ کے لیے interrupt کر رہا ہوں۔ میں Leader of the House کے notice میں لانا چاہتا ہوں کہ Planning Commission میں آج تک بلوچستان کا کوئی نمائندہ نہیں ہے۔ Prime Minister نے کہا تھا کہ within 3 months کر دوں گا۔

سینیٹر سید نیّر حسین بخاری: جناب! یہ issue raise ہوا تھا اور ایک honourable senator کے سوال کے جواب میں آیا تھا and Zahid Khan pointed out at that time and assurance was also given. اس میں یہ تھا کہ اگر ابھی تک نہیں کیا تو let us have a report from them that why so far it has not been done. What are the obstacles or obstructions in it. یہ پوچھ لیتے ہیں، اس کے بعد مجھے اس کے Assurance Committee میں جانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

Point of Order: Detention of a Pakistani Student in Chile

سینیٹر وسیم سجاد: جناب! میرے point of order کا تعلق وزارت خارجہ اور داخلہ سے ہے۔ ان میں سے تو کوئی موجود نہیں ہے لیکن Leader of the House موجود ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس پر کارروائی کریں گے۔ میرے point کا تعلق ایک پاکستانی طالب علم سیف الرحمٰن سے ہے جو چلی میں قانونی طور پر تعلیم حاصل کرنے کے لیے گیا تھا۔ اس کو 10 مئی، 2010 کو مختلف الزامات کے تحت گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اس کو کافی دیر تک رکھا، پھر چھوڑا اور پھر پکڑا۔ ابھی تک اس کے خلاف کوئی الزامات نہیں لگائے گئے اور میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کا فرض ہے کہ اپنے شہریوں کی عزت اور مال کی حفاظت کرے۔ اگر پاکستان میں چین یا امریکا کے کسی باشندے کو کوئی تکلیف ہو یا

اس پر اس قسم کے کوئی الزامات ہوں تو ان کے سفارت خانے کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ ان کو اس پاسپورٹ کا اتنا احساس ہوتا ہے، جس پر صدر کی جانب سے لکھا ہوتا ہے کہ میں اپنی جانب سے آپ کو تحفظ فراہم کرتا ہوں اور جہاں پر بھی یہ جائے اس کو یہ تحفظ حاصل ہو گا لیکن یہ بے چارہ پاکستانی سیف الرحمٰن جس کے پاس یقیناً ایک سبز پاسپورٹ ہے جس پر صدر پاکستان کی طرف سے یہ یقین دہانی کرائی گئی ہے۔ اس کے حالات کو دیکھنے اور پوچھنے والا کوئی نہیں کہ اس کو کیوں پکڑا گیا ہے، اس پر کیا الزامات ہیں؟ کیا اس کو قانونی تحفظ دینے کی ضرورت ہے یا نہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک شرمناک بات ہے کہ حکومت کی جانب سے کوئی اقدامات نہیں کیے گئے کہ اس پاکستانی شہری کی عزت کی حفاظت کے لیے کچھ کیا جائے اور میں چاہوں گا کہ Leader of the House اس پر فوری توجہ دیں۔ یہ شخص اس وقت شدید ذہنی پریشانی میں مبتلا ہے، اس کے خاندان والے پریشانی میں مبتلا ہیں۔ کبھی اس کو پکڑتے ہیں، کبھی چھوڑتے ہیں۔ جناب نے اخبارات میں پڑھا ہو گا کہ اس کو American Embassy میں بہانے سے بلایا گیا اور اس پر یہ الزام لگایا کہ تمہارے کپڑوں پر explosive materialکے کچھ آثار نظر آرہے ہیں۔ یہ ایک عجیب سا الزام تھا۔ ایک شخص کے کپڑوں پر ہو سکتا ہے کہ کسی نے ہاتھ لگا دیا ہو یا پتا نہیں کسی ایسے علاقے سے گزرا ہو اور پاکستان میں تو ایسے بیشتر علاقے ہیں جہاں سے گزریں تو آثار آجاتے ہیں لیکن وہاں پر یہ کیوں اور کیسے ہوا، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو باقاعدہ قانونی تحفظ اور اسمبلی کی طرف سے اس کو protectionدی جائے۔ جناب قائد ایوان، آپ کی توجہ چاہوں گا کہ مہربانی کرکے ان سے پوچھیں اور چونکہ کوئی دلچسپی نہیں لی جا رہی تو شاید یہ بہتر ہو گا کہ اس کو Interior Committee کو بھیج دیا جائے تاکہ وہ اس پر غور کرے اور ایک policy lay down کی جائے۔ اس سے پہلے بھی جناب کو یاد ہو گا کہ یمن میں بھی پاکستانی پکڑے گئے تھے،وہ کئی سال تک جیلوں میں رہے، کوئی پوچھنے والا نہیں تھا تو اس سلسلے میں کوئی پالیسی بن جائے تاکہ جب بھی کوئی پاکستانی باہر تکلیف میں ہو تو حکومت پاکستان کس طرح اس کو تحفظ فراہم کرے، اس کی حفاظت اور دفاع کے لیے اقدامات کرے، اس کے لیے پالیسی بن جائے۔ میں جناب سے درخواست کروں گا کہ اسے کمیٹی کو بھیج دیں تاکہ وہ اس پر غور کرے اور پھر اس پر باقاعدہ پالیسی وضع کی جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وہ کہہ رہے ہیں کہ for all detained Pakistanis پالیسی بنانے کے لیے کمیٹی کو بھیجا جائے۔

سینیٹر سید نیّر حسین بخاری: شکریہ جناب چیئرمین۔ جو observations honourable Leader of the Opposition کی ہیں اور انہوں نے جو concern show کیا ہے it is the concern of every citizen of Pakistan but I recall that the parents of the gentleman have gone to Chile. Council access کی بات بھی ہوئی ہے۔ We will have the report from the Foreign Office and we will have the details of the Foreign Office. جو میں نے اخبارات میں پڑھا probably what I recall that the gentleman was released. اگر کسی اور case میں نہیں ہے تو let us have the report from the Foreign Office that what is the present situation over there, what is its status over there and certainly we will furnish this report before the House.

جناب قائم مقام چیئرمین: کل نہیں تو پھر Monday تک کر لیں کیونکہ میری تو خواہش ہے کہ جس طرح طلعت حسین پکڑا گیا تھا اسی طرح اگر Interior and Foreign Office حرکت میں آئے تو مزا آئے گا۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: What I recall, what I read in the papers اس کے parents Chile چلے گئے تھے اور وہاں پر ہمارے Foreign Mission نے ان کو council access بھی لے کر دی تھی and certain things were settled over there. Let us have information from the Foreign Office that what is the latest position over there.

سینیٹر وسیم سجاد: اس کی روشنی میں پھر مزید جو بھی ہو گا۔

سینیٹر سید نیّر حسین بخاری: اس کے بعد کر لیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: Thank you. جی رضا ربانی صاحب۔

Point Of Order: Anti Labour Policies Of K.E.S.C and PIA

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب! شکریہ۔ میرا point of order two issues سے related ہے۔ Issue تو labour کا ہی ہے لیکن اس کا تعلق دو اداروں سے ہے۔ جناب چیئرمین! پرسوں یہاں پر House میں KESC کے بارے میں بات ہوئی تھی کہ کس طرح KESC نے غیر قانونی طور پر اپنا tariff بڑھا دیا ہے بلکہ اس کو retrospective effect سے بڑھایا۔ یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا ہے جب KESC کراچی میں بجلی فراہم کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے لیکن باوجود اس کے وہ نرخوں میں اضافہ بھی کر رہی ہے۔ کراچی جو سندھ کا دارالحکومت ہے، اس کے شہریوں کو ایک مصیبت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہاں پر KESC کی بجلی فراہم کرنے کی نااہلی اپنی جگہ لیکن دوسری طرف وہ ایک anti labour policy بھی اپنا رہے ہیں اور انہوں نے چار سو کے قریب لوگ جو low income or lower grade کے ملازمین تھے، ان کو نوکری سے فارغ کیا ہے۔ اس کے علاوہ یونین کے عہدے داروں کو show cause notices issue کیے ہوئے ہیں۔ جس وقت KESC کی نجکاری کی جا رہی تھی، ہم نے اس وقت بھی کہا تھا کہ یہ ایسی service ہے جس کی نجکاری نہ کی جائے اور ہم نے Opposition benches پر بیٹھ کر اس کی نجکاری کو oppose کیا تھا۔ میں آج آپ کے توسط سے Leader of the House سے گزارش کروں گا کہ وہ Minister for Water and Power کو کہیں کہ کل یا Monday کو اس House میں آ کر یہ بات واضح کریں کہ KESC کی جو anti labour policy ہے، جس کے ذریعے وہ کم تنخواہ والے لوگوں کو نوکری سے فارغ کر رہے ہیں اور دوسرے کم تنخواہ دار اور یونین کے عہدے داروں کو show cause notices دے رہے ہیں، اس سلسلے میں وہ کیا قدم اٹھا رہے ہیں۔ میں نے اس House میں کئی بار کہا ہے اور میں نے NEPRA Act میں قانون کا وہ حصہ بھی پڑھ کر سنایا تھا جس کے تحت KESC اپنا کام پورا کرنے میں ناکام ہو گئی ہے۔ جب وہ اپنا کام کرنے میں ناکام ہو گئی ہے تو ان کا قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ KESC کی privatization کو ختم کر کے واپس قومی تحویل میں لے لیا جائے۔ وہ نہ بجلی دے رہے ہیں اور ساتھ ان کی یہ anti labour policy ہے، جس کی ہم شدت سے مذمت بھی کرتے ہیں۔ میں آپ کے توسط سے Leader of the House سے گزارش بھی کروں گا کہ وہ کل Minister for Water and Power کو پابند کریں کہ وہ آ کر KESC کے مسئلے پر بات کریں۔

جناب چیئرمین! میں دوسرا issue آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا اور میں پھر آپ کے توسط سے Leader of the House سے بھی گزارش کروں گا کہ اس matter کو Defence Committee کے سپرد کریں تا کہ Defence Committee matter کو take up کر سکے۔

جناب چیئرمین! جو مسئلہ PIA کا ہے، موجودہ حکومت جب برسر اقتدار آئی تو وزیر اعظم صاحب کے جہاں پر دوسرے اعلانات تھے، وہاں پر ان کی تقریر میں سب سے پہلا اعلان اس ملک میں trade union activities پر سے پابندی اٹھانے کا تھا اور PIA میں trade union activities کو ایک executive order کے ذریعے روکا گیا تھا، مشرف دور میں روکا گیا تھا۔ انہوں نے اس order کو بھی withdraw کر لیا اور PIA میں trade union activities کی قانونی طور پر اجازت ملی لیکن وہاں پر حکومت نے اجازت تو دے دی لیکن بد قسمتی سے وہاں MD martial law لگا دیا گیا ہے اور اس MD martial law کے تحت وہاں پر جو people unity کی union جیت کر آئی اور جس نے 97% یا 96% of the votes حاصل کیے۔ اب اس union کو کام نہیں کرنے دیا جا رہا، اس union کو مفلوج کیا گیا ہے، وہ اس union کے ساتھ بیٹھ کر charter of demands پر بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہاں پر پہلے بھی یہ issue اٹھا تھا اور کہا جا رہا ہے کہ PIA خسارے میں ہے، بجٹ کی تقریر میں بھی کہا جا رہا ہے کہ PIA خسارے میں ہے لیکن PELPA یا جو cockpit crew ہے، وہ ان کے ساتھ negotiate کر کے fantastic terms and conditions کپتانوں کو دے رہے ہیں لیکن جو union کے employees اور flights services کے employees ہیں یا جو cabin crew کے employees ہیں، ان کے لیے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں۔ Charter of demands ان کا ایک قانونی right ہے، وہ اس charter of demands پر negotiate کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہ ایک سنگین خلاف ورزی ہے، آئین کی بھی خلاف ورزی ہے کیونکہ آئین میں بھی یہ بات دی گئی ہے اور right of pre-association and trade unionism میں دی گئی ہے۔

لہذا، میری آپ سے گزارش ہو گی اور میں آپ کے توسط سے Leader of the House سے بھی یہ گزارش کروں گا کہ وہ اس بات کی مخالفت نہ کریں اور PIA کے trade union activities matter کو MD martial law کے ذریعے روکا جا رہا ہے، وہاں کی union کے ساتھ

issue Standing نہیں کیا جا رہا۔ آپ یہ charter of demands negotiate کر سکے۔threadbare take upکوissue کو بھیجیں تا کہ وہ اسCommittee of Defence

Mr. Acting Chairman: Leader of the House please.

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: میری گزارش یہ ہو گی کہ let us give opportunity to the Defence Ministerان کو کل House میں بلالیتے ہیں اور مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ ان کا point of view آجائے، اس کے بعد جیسے sense of the House ہو، it may be sent to the Defence Committee.

جناب قائم مقام چیئرمین: میں sense of the House ادھر بھی feel کر رہا ہوں، I can feel under currents.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: The only importance is that Defence Minister کو سن لیا جائے، what is his point of view, we can ask him to come to the House tomorrow.

جناب قائم مقام چیئرمین: بالکل، کل Defence Minister کو سن لیتے ہیں، خدا کرے کہ MD ان کی مانے بھی سہی۔ اچھا، دو دنوں کے لیے گئے ہیں، President صاحب کے ساتھ آجائیں گے، میرا خیال ہے کہ Monday کو آئیں گے۔ یہ underline کریں، میں نے Defence Minister سے خود take up کیا ہے، I am part of the Defence Committee.

سینیٹر میاں رضا ربانی: آپ اس کو Defence Committee میں بھیجیں، وزیر دفاع یہاں پر آ کر کیا کہیں گے اور آپ نے صحیح کہا ہے کہ وہ ان کی بات سنتا بھی ہے کہ نہیں سنتا۔

جناب قائم مقام چیئرمین: وزیر دفاع نے خود مجھے کہا ہے کہ وہ larger than life MD ہیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: بالکل ٹھیک ہے، so, refer the matter to the Defence Committee.

Mr. Acting Chairman: I am referring the matter to the Defence Committee because we are suffering because of the journey of PIA.

اس KESC کے مسئلے کے لیے wait کریں گے، کل راجا پرویز اشرف کو آنے دیں۔ مولانا حیدری صاحب، ان کے بعد میڈم کلثوم پروین صاحبہ بولیں گی، جی میڈم! میرے پاس 10, 15 minutes time ہے۔

Point of Order: Relief and Rehabilitation Activities in Cyclone Hit Areas of Balochistan

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: شکریہ جناب چیئرمین۔ میرا point or order گوادر کے حوالے سے ہے۔ گزشتہ طوفان کی وجہ سے جیونی سے لے کر ٹھٹھہ تک پوری ساحلی پٹی پر تباہی ہوئی ہے لیکن جو علاقہ زیادہ متاثر ہوا ہے، وہ جیونی، پیشقان، گوادر اور پسنی کا ہے۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ Coastal Highway ساری کی ساری بہہ گئی ہے۔ ہم نے یہ مسئلہ یہاں پر اٹھایا تھا اور ہمیں بتایا گیا تھا کہ اس کی پوری report House میں پیش کی جائے گی کہ کتنے نقصانات ہوئے ہیں، جانی، مالی کتنے نقصانات ہوئے اور کتنے لوگ بے گھر ہوئے لیکن وہ report اب تک یہاں نہیں پہنچی۔ امدادی کارروائیوں کا مسئلہ بھی انتہائی گھمبیر ہے، ہمیں وہاں سے کئی phones دن میں آتے ہیں کہ وہاں پر ابھی تک متاثرین کو امداد نہیں ملی ہے۔ جناب چیئرمین! میں اس حوالے سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہم گوادر کے بارے میں سمجھتے تھے کہ یہ ہماری ترقی کا ایک دروازہ ہو گا۔ جب یہ آگے چل کر کام شروع کرے گا۔ اب وہاں گوادر میں سیلاب آگیا ہے، اتنے نقصانات ہوئے ہیں اور پورے علاقے میں پانی بھر گیا ہے لیکن دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ اس کا کوئی والی وارث نہیں ہے، یہاں تک سنا گیا ہے کہ گوادر ضلع کو آفت زدہ علاقہ قرار دیا گیا ہے لیکن آفت زدہ علاقہ قرار دینے سے مسئلہ حل نہیں ہو گا جب تک کہ اس کو focus کر کے وہاں پر امدادی کام نہ ہو۔ وہاں کے جو زرعی قرضے ہیں، دیگر لوگوں کی مشکلات ہیں، اگر ان پر توجہ نہیں دی جائے گی اور زرعی قرضے معاف نہیں کیے جائیں گے تو اس کو صرف آفت زدہ قرار دینے سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ اس بارے میں آپ کوئی ذاتی توجہ دیں، کوئی notice لیں تا کہ اس House کو کم از کم بتایا جائے کہ اب تک وہاں کتنے نقصانات ہوئے ہیں اور کتنے لوگوں کو اب تک امداد پہنچی ہے اور کتنے لوگ امداد کے منتظر ہیں۔

Coastal Highway پر traffic jam ہے تو اس کو کب تک فعال کیا جائے گا۔ میری خصوصی طور پر آپ سے ذاتی گزارش تھی کہ آپ اس حوالے سے ذاتی دلچسپی لیں اور اس کا notice لیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جی۔ بخاری صاحب! اس وقت گوادر میں جو relief operation جاری ہے اور relief کے بعد rehabilitation ہے اور اس کے بعد reconstruction ہے، میں نے ابھی تک دیکھا ہے کہ House کو مکمل information نہیں دی گئی۔

سینیٹر سید نیئر حسین بخاری: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے---

جناب قائم مقام چیئرمین: اچھا، آپ بھی اس سلسلے میں بات کرنا چاہتی ہیں، کلثوم پروین صاحبہ بات کر لیں پھر آپ دونوں کا جواب دے دیں۔ ابھی نہ کوئی Minister آیا ہے نہ کسی نے inform کیا ہے، کوئی update نہیں دی ہے۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب! میں بھی یہی کہنا چاہ رہی تھی کہ میں نے اس دن یہ point اٹھایا تھا تو Chair کی طرف سے ruling آئی تھی کہ اس کی پوری update لے کر House کو inform کیا جائے گا، مگر وہاں سے کوئی information نہیں آئی۔ میں اپنے colleague and member حاجی لشکری رئیسانی صاحب کی مشکور ہوں کہ انہوں نے بلوچستان کے حوالے سے ایک report مرتب کر کے دی۔ جناب! وہ report آپ کے پاس آ گئی ہے جس سے اندازہ یہ ہوا کہ کوئی 4000 کے قریب لوگ لسبیلہ میں ہیں اور 150000 سے 200000 کے قریب لوگ گوادر کی ساحلی پٹی پر متاثر ہوئے ہیں۔ جناب! میں یقیناً یہ سمجھتی ہوں کہ جہاں لوگ متاثر ہوئے ہیں، وہاں پر ان کا تمام کاروبار تباہ ہوا ہے، livestock تباہ ہوا ہے اور اس وقت لوگوں کے پاس کھانے پینے کا سامان نہیں ہے۔ جناب! ایک تو ان کو فوری relief دیا جائے کہ ان کے گھر اور جھونپڑیاں جو بھی تھے، ان کو بحال کیا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جناب! آپ اس وقت Chair کر رہے ہیں، ہم آپ کی سربراہی میں Prime Minister صاحب سے ملیں کہ وہ initiative لیں، سیلاب یا جو اس قسم کی آفات اچانک آ جاتی ہیں۔ آپ اپنی ایک team اور بے شک بلوچستان کے members ساتھ لے جائیں، دوسرے members جانا چاہتے ہیں تو وہ بھی جائیں اور جا کر Prime Minister صاحب کو بتائیں کہ وہ relief کے لیے فوری طور پر کیا کر سکتے ہیں، آپ اپنی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دے دیں تاکہ ہم وہاں جا کر اپنی بات کر سکیں۔ میرا خیال ہے پرائم منسٹر بہت دفعہ ہمارے کہنے کے باوجود یہاں

تشریف نہیں لارہے ہیں، شاید وہ اس House کی اہمیت کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں مگر یہ ہمارا مسئلہ ہے، یہ ہمارے لوگوں کا مسئلہ ہے، ہمارے صوبے کا مسئلہ ہے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ آپ کی سربراہی میں ایک ٹیم وہاں جائے اور جو موجودہ صورت حال ہے، جو اتنا زیادہ disaster آرہا ہے، سیلاب آیا ہے، جس سے تین چار لاکھ کے قریب لوگ متاثر ہوئے ہیں، وہاں کے لوگوں کا کاروبار بالکل معطل ہوا ہوا ہے، آپ کو فوری طور پر جا کر پرائم منسٹر سے ملاقات کرنی چاہیے اور یہ relief ان سے لینا چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ اسحاق ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب! میں بالکل endorse کرتا ہوں۔ I would humbly request کہ آپ فوری initiative لیں۔ Prime Minister daily یہاں ہوتے ہیں، قومی اسمبلی کا سیشن ہر روز صبح ہوتا ہے، کل تو سینیٹ بھی صبح ہے، تو آپ دو چار بلوچستان کے ساتھیوں کو ساتھ لے کر ان سے ملیں اور اس کے لیے فوری action ہونا چاہیے۔ اگر timely action نہیں ہوا تو اس کا فائدہ نہیں ہے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب! میں چاہوں گا کہ آپ یہ پورے سینیٹ کی طرف سے کریں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: ہمارے پورے House کے، دونوں sides کی طرف سے sentiments convey کیے جائیں۔ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ one of our honourable Members جو ماضی میں سینیٹر تھے، اب member National Assembly ہیں، سردار مہتاب احمد خان، وزیراعلیٰ سرحد رہ چکے ہیں، ان کی والدہ کی death ہو گئی ہے، جنازہ ہو چکا ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو دعا کروادیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: مولانا گل نصیب صاحب! دعا کرلیں۔

(اس موقع پر سردار مہتاب احمد خان، رکن قومی اسمبلی کی والدہ کے لیے دعائے مغفرت کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جی صابر بلوچ صاحب۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: میں ڈار صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس مسئلے کو serious سمجھا اور یہ suggest کیا کہ پرائم منسٹر صاحب خود اس House میں آکر اور یہاں بیٹھ کر یہ باتیں

سنیں۔ جناب! میں عرض کروں کہ وہاں سب سے بڑا مسئلہ اس وقت یہ ہے کہ وہاں کے 80 سے 85% لوگ ماہی گیر ہیں، fishing کے پیشے سے منسلک ہیں۔ اب جتنے بھی ماہی گیر ہیں، وہ صبح نکلتے ہیں، دو دو، تین تین، راتیں باہر گزارتے ہیں اور fishing کر کے واپس آجاتے ہیں، چھوٹے چھوٹے ماہی گیر ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ گوادر، جیونی اور پشکان میں خاص کر، 12 سے 13 لانچیں ٹوٹ گئی ہیں، ایک دوسرے سے ٹکرا گئی ہیں یا ڈوب گئی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی کشتیاں یا تو ڈوب گئی ہیں یا پھر ٹوٹ گئی ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ اس وقت وہاں کے لوگوں کا روزگار ختم ہوچکا ہے۔ حالات settle ہوگئے ہیں، ٹھیک ہے، طوفان آیا اور چلا گیا لیکن اس وقت لوگ انتہائی مجبور ہیں۔ اس وقت ان کا سب سے بڑا problem یہ ہے کہ ان کے پاس کشتیاں نہیں ہیں کہ جا کر fishing کریں اور اپنا روزگار کما سکیں۔ یہ انتہائی اہمیت کی بات ہے۔ اس کے لیے میں شکرگزار ہوں گا اگر Leader of the House یہ assurance دیں کہ وہ وزیراعظم صاحب کو یہاں لے کر آئیں گے، ان سے گزارش کریں اور اس مسئلے کو حل کرائیں۔ I will be grateful to all my colleagues and the House کہ انہوں نے اس مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھ کر اس کو serious لیا ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ محترمہ فوزیہ فخرالزمان صاحبہ۔

سینیٹر فوزیہ فخرالزمان: جناب! میرا یہ سوال ہے کہ جو رقم old people کے لیے اور workers کی help کے لیے مختص کی گئی تھی وہ کہاں لگ رہی ہے؟ اس کا مجھے کوئی حساب دے سکے گا۔ کچھ اندازہ میں یہ بھی کرنا چاہتی ہوں کہ جب یہ حکومت وجود میں آئی، وہ رقم کتنی تھی اور اب کتنی رہ گئی ہے؟ میں نے سنا ہے کہ 27 ارب روپے کا فنڈ تو صرف موٹروے کو دے دیا گیا ہے حالانکہ وہ رقم old people's benefit کے لیے مختص تھی اور کچھ غریب workers کے لیے بھی تھی۔ مجھے اس کی detail ضرور چاہیے کہ یہ کہاں لگ رہی ہے؟

جناب قائم مقام چیئرمین: ثریا امیرالدین بہت کونے میں بیٹھی ہوئی ہیں، آپ بات کریں۔ ثریا صاحبہ! مجھے آپ کی طرف ترچھی نظر سے دیکھنا پڑتا ہے۔

سینیٹر ثریا امیرالدین: جناب چیئرمین! میں بھی بلوچستان کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔ جب پہلے سیلاب آیا تھا، اس میں بھی تباہی ہوئی تھی، وہ ابھی تک پوری نہیں ہوپائی تھی کہ اب سمندری طوفان آگیا اور وہاں اتنی تباہی ہوئی ہے۔ وہاں کھانا پکانے کی تو کوئی جگہ ہی نہیں ہے،

گھر بار نہیں ہے، کچھ نہیں ہے۔ ان کو خشک خوراک کی ضرورت ہے، دوائیوں کی ضرورت ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ کی سر براہی میں، سینیٹ سے بلوچستان کی خواتین بلوچستان جائیں، ہم ان لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہوں، انہیں وہاں خوراک بانٹیں، ان کو بتائیں کہ ہم سینیٹ والے بلوچستان سے ہیں، ہم آپ کے دکھ درد میں شریک ہیں۔ وہ لوگ ہمیں فون کر کے کہہ رہے ہیں کہ آپ لوگ سینیٹ میں بیٹھے ہیں، ہمارے لیے کیا کر رہے ہیں۔ ہم لاجواب ہوجاتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر پارہے۔ ہماری فوج، ہماری حکومت، ہمارے وفاقی اور صوبائی ادارے، ہم سب کو چاہیے کہ جلد از جلد ان کی مدد کریں۔ گیلی جگہ پر تو مکانات نہیں بن سکتے لیکن انہیں خیمے دیے جائیں تاکہ وہ وہاں خشک خوراک لے کر اپنے بچوں کو دے سکیں، ان کو کھلا سکیں، وہ بھوکے نہ مریں یا بیمار نہ ہوں کیونکہ جب بارش ہوتی ہے اور گندہ پانی آتا ہے تو بے تحاشا بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، diarrhea ہوتا ہے، زکام لگتا ہے، بخار چڑھتا ہے تو ان کو control کرنا چاہیے۔ وہاں ڈاکٹروں کی team بھیجنی چاہیے، نرسوں کی ٹیم بھیجنی چاہیے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں اور ہم سب بلوچستان کی خواتین کو لے کر جائیں تاکہ ہم ان کے دکھ درد میں شامل ہوں۔ یہ کام جلد از جلد ہونا چاہیے، ٹال مٹول نہیں ہونی چاہیے کہ جی آج نہیں، کل جائیں گے، کل نہیں پرسوں جائیں گے۔ اس پر فوری طور پر عمل ہونا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: انشاءاللہ، جیسے ہی ہماری سفارشات یہاں سے pass ہو کر قومی اسمبلی میں جائیں گی، میں چیئرمین صاحب سے request کروں گا کہ سینیٹرز کی ایک ٹیم، خصوصی طور پر بلوچستان کے سینیٹرز کی، یہاں سے فوراً روانہ کی جائے۔ جی میڈم۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: جناب والا! میں آپ کی توجہ ایک اور اہم مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہوں گی۔ ہم لوگ تو یہاں AC میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ہم اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں کہ جی ہم Senators ہیں، بہت بڑے ہیں لیکن سینیٹ کے باہر جو پولیس والے جلتی دھوپ میں کھڑے ہیں، ہماری جانوں کی حفاظت کے لیے ڈیوٹی دے رہے ہیں، نہ ان کے پاس پینے کو پانی ہے، نہ ان کے سر پر کوئی سایہ ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ جب وہ ڈیوٹی پر جائیں تو کم از کم انہیں ایک ٹھنڈے پانی کی بوتل تو دی جائے اور ان کے سر پر سایے کا بندوبست کیا جائے کیونکہ انتہائی گرمی ہے، بہت زیادہ دھوپ ہے، وہ بے چارے کھڑے duty دے رہے ہیں۔ ذرا اس معاملے پر بھی غور کیا جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: صحیح بات ہے۔ اس معاملے کو میں police administration کے ساتھ take up کرتا ہوں۔ جی ڈاکٹر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! شکریہ۔ یہ حج کا مسئلہ میرے فاضل دوست زاہد خان صاحب نے اٹھایا تھا اور کمیٹی نے بھی اس پر کام کیا ہے۔ میں آپ کی اور آپ کی وساطت سے پورے House کی توجہ اس کے صرف ایک پہلو کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ہمیں وہاں پر PIA نے fare break-up دیا ہے جو کہ بہت ہی مضحکہ خیز ہے۔ ایک دو منٹ لگیں گے، میں آپ کی اجازت سے پڑھ کر سناتا ہوں۔ یہاں منسٹر صاحب نے کہا تھا fuel charges کے معاملے میں، جب یہ مطالبہ ہوا کہ پٹرول کی قیمتیں گھٹ رہی ہیں اور آپ کرایہ بڑھا رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ صرف پٹرول نہیں، non-fuel charges بھی ہیں۔ یہاں وہ non-fuel charges بھی دیے گئے ہیں۔ کمیٹی میں بھی یہ بات سامنے آئی اور یہاں بھی کہ south کا کرایہ یعنی کوئٹہ اور کراچی کا ایک کرایہ ہے جبکہ پشاور لاہور اور اسلام آباد کا دوسرا کرایہ ہے حالانکہ international flights پر ایک ہی کرایہ ہوتا ہے، جو کرایہ south کا ہے وہی north کا بھی ہونا چاہیے۔

جناب! South کے 32,825 fuel expenses روپے اور north کے 38,677 روپے۔ اس کے بعد non-fuel میں آپ سن لیجیے، اس میں پہلے ہے operational/ meals/crew labour/aeronautical handling اس میں north کے 12,626 روپے جبکہ south کے 10,582 روپے ہیں۔ اس کے بعد اگلا ہے، standing charges اس میں depreciation, interest, insurance, crew salary and maintenance کی مد میں north کے 12,762 روپے ہیں جبکہ south کے 11,829 روپے ہیں۔ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ حجاج جا رہے ہیں اور فی ٹکٹ یہ charge کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد special arrangements ہیں، یہ دونوں کے لیے 1,750 روپے ہیں۔ Overheads میں traffic, reservation and engineering کی مد میں 20,546 روپے north کے ہیں جبکہ 17,614 روپے south کے ہیں۔ Royalty دونوں کی 1,800 روپے ہے۔ یہ non-fuel expenses total بن جاتے ہیں، south کے 43,575 روپے اور north کے 49,484 روپے۔

اس بنیاد پر کمیٹی نے بھی یہ recommend کیا ہے، میں آپ سے بھی گزارش کرتا ہوں اور آپ کی وساطت سے حکومت سے بھی کہ یہ سارا کچھ ناجائز ہے یعنی جو کچھ پہلے سے لیا جارہا ہے، وہ حرام ہے، ناجائز ہے، اس میں کمی ہونی چاہیے بجائے اس کے کہ اس میں مزید اضافہ ہو۔اب میں آپ کی توجہ دوسرے مسئلے کی طرف دلاؤں گا، میں اس مسئلے پر کئی مرتبہ بول چکا ہوں کہ میرے شہر بنوں کے موبائل 17th October, 2009 سے بند ہیں۔ گزشتہ اجلاس میں جب میں واک آوٹ کر رہا تھا، Leader of the House اس وقت کچھ کہنا چاہتے تھے، چیئرمین صاحب نے مجھے روکا کہ پہلے انہیں سنیں۔مجھے کہا گیا کہ ہم پوچھ کرآپ کو بتا دیں گے۔اس کے بعد پھر میں نے Leader of the House سے پوچھا لیکن آج تک وہ موبائل فون بحال نہیں ہوئے۔آج مجھے اپنے شہر سے فون آیا اور انہوں نے مجھے یہ کہا کہ ہم نے جہانگیر بدر صاحب سے بھی رابطہ کیا اور اسحاق ڈار صاحب سے بھی رابطہ کیا، مجھے یہ نہیں معلوم کہ انہوں نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟ میں نے اس دن بھی یہ کہا تھا کہ میں اس ایوان میں بار بار بول رہا ہوں لیکن ایسا لگتا ہے کہ میری آواز دیواروں سے ٹکرا رہی ہے اور کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے، اس لیے آج میں اس مسئلے پر واک آوٹ کرتا ہوں اور اگر اس مسئلے کو حل نہ کیا گیا تو شاید میں مستقل بائیکاٹ بھی کروں۔ وہاں پر درجنوں خاندان بے روزگار ہیں، رابطے کی انتہائی مخدوش صورت حال ہے۔ اگر یہ security کی وجہ سے ہے تو پورے ملک کی security خراب ہے، اسے پورے ملک میں بند ہونا چاہیے۔ میرے صوبے کے صرف جنوبی اضلاع میں ٹیلیفون کیوں بند کیے جاتے ہیں اور انہیں بحال کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس لیے میں اس پر واک آوٹ کرتا ہوں۔

(اس موقع پر سینیٹر پروفیسر ابراہیم خان اور کچھ خواتین سینیٹرز نے اجلاس سے واک آوٹ کیا)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کی بات کا notice لے لیا ہے۔آپ بھی ان کے ساتھ واک آوٹ کر رہی ہیں؟ بخاری صاحب Advisor on Information Technology کو کہیں کہ وہ آئیں اور اس پر بات کریں۔

سینیٹر سید نیّر حسین بخاری: جناب چیئرمین! گزارش ہے کہ یہ issue ابھی پروفیسر صاحب نے raise کیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مناسب بات یہ ہوتی کہ under the rules یہ ایک Calling Attention Notice لاتے تو متعلقہ وزیر یا Minister Incharge کو convey کیا جاتا، وہ ایوان میں آتے اور وہ اس issue پر اپنی statement دیتے۔ Last time بھی انہوں نے کہا تھا تو

میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ آپ میرے دفتر میں آجائیں، ہم متعلقہ وزیر سے رابطہ کرلیتے ہیں لیکن پروفیسر صاحب تشریف نہ لا سکے۔ میں آج ان سے پھر گزارش کروں گا کہ immediately after this Session we can get in touch with the Minister Incharge for Information Technology, ہم ان سے بات کرلیتے ہیں لیکن مناسب یہ ہوتا کہ اگر یہ Calling Attention Notice لاتے تو وزیر اس بات کے پابند ہو جاتے کہ وہ یہاں پر آئیں اور اپنی statement دیں۔

اس کے علاوہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بلوچستان کے معاملے پر relief کے حوالے سے جو اقدامات حکومت نے اٹھائے، وہاں پر صوبائی حکومت اور Provincial Disaster Management Authority.....

(اس موقع پر اذان مغرب سنائی دی)

(اس موقع پر سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان اور دیگر خواتین سینیٹرز واک آوٹ ختم کرکے ایوان میں واپس آگئے)

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیّر حسین بخاری: جناب والا! گزارش یہ تھی کہ وہاں پر صوبائی حکومت نے جو preventive measures کیے اور جو after the cyclone relief activities شروع کی ہیں، apart from that Provincial Disaster Management Authority نے بھی steps لیے ہیں اور وفاقی حکومت نے ایک وفاقی وزیر جناب ہمایوں عزیز کرد صاحب کو بلوچستان بھیجا ہوا ہے کہ وہ وہاں پر relief camps کو monitor کریں۔ وہ relief activities کو monitor کر رہے ہیں اور جو warning system already موجود تھا اس کی وجہ سے خدا کا شکر ہے کہ ابھی تک جو reports آئی ہیں ان کے مطابق صرف دو جانیں ضائع ہوئی ہیں اور ستائیس لوگ زخمی ہوئے ہیں۔ جس طرح کی heavy rainfall تھی خدا کا شکر ہے کہ اس میں انسانی جانوں کا زیادہ نقصان نہیں ہوا ہے۔ Relief activities کے ساتھ ساتھ جو compensation دینے کی بات ہے تو اس کے لیے survey conduct کیا جا رہا ہے۔ جہاں پر صوبائی حکومت compensation دے گی وہاں وفاقی حکومت بھی ان measures کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے relief کے لیے کچھ نہ کچھ اقدامات

sense of the House ضرور کرے گی۔ اسی لیے کابینہ کے ایک رکن کو وہاں بھیجا گیا ہے۔ اگر ہے کہ سینیٹروں کی کوئی ٹیم وہاں پر جانی چاہیے تو بے شک ان کو وہاں بھیجا جائے۔

جناب وسیم سجاد صاحب نے ایک issue raise کیا تھا، right, we have got the information. وزارت خارجہ سے پیغام آیا ہے کہ

Mr. Saif-ur-Rehman has been released last week due to the efforts of the Foreign Office. So, he is no more behind the bars. He has been released by the efforts of the Foreign Office and our Embassy in Chile.

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ میرے خیال میں نماز کے لیے جاتے ہیں۔

The House stands adjourned to meet again on Friday, the 11th June, 2010 at 10:30 a.m. in the morning, *Insha Allah*.

[The House was then adjourned to meet again on Friday, the 11th June, 2010 at 10:30 a.m.]